علمائے کرام کا واٹس ایپ گروپ
بزم علماء والأئمہ
03345613913

موت کی بدعات اور رسمیں
عزیز واقارب کے انتظار میں میت کو روکنا
تعزیت کے وقت ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرنے کا التزام کرنا
نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کا اہتمام
قبر پر کپڑے یا پھولوں کی چادر چڑھانا
میت کو دوسرے شہر منتقل کرنا
قبرستان جانے کا مسنون طریقہ اور آداب
حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم
مکتبۃ الاسلام کراچی
www.Sukkurvi.com
CamScanner

بزمِ علماء والأئمة
صرف علماء ، طلباء اور خطباء شامل ہوں
03345613913
آنے والا جمعہ کس عنوان پہ مناسب یا ضروری ہے
اس بارے میں
اپنی مفید آراء و تجاویز اور ان
سے متعلقہ کتب اوپر دئیے
گئے نمبر پہ ارسال فرمائیں

موت کی بدعات

اور رسمیں

- عزیز و اقارب کے انتظار میں میت کو روکنا
- تعزیت کے وقت ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا التزام کرنا
- نمازِ جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کا اہتمام
- قبر پر کپڑے یا پھولوں کی چادر چڑھانا۔
- میت کو دوسرے شہر منتقل کرنا
- قبرستان جانے کا مسنون طریقہ اور آداب

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

فہرست مضامین

دوسرا حصہ

بدعات اور رسمیں

موت سے پہلے کی رسمیں اور کوتاہیاں

عین وقتِ موت کی رسمیں

موت کے بعد کی رسمیں

پیشِ لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله رب العلمين والصلوٰة والسلام على
رسوله الكريم محمد و اله و أصحابه أجمعين

أما بعد!

کافی عرصہ پہلے بندے کا ''موت کے وقت کی بدعات اور رسموں'' کے بارے میں بیان ہوا تھا، جس میں موت کے وقت اور موت کے بعد جو بدعات اور رسمیں آج کل رائج ہیں، ان کی نشاندہی کی گئی تھی، اوران کا ناجائز ہونا بتایا گیا تھا، اوران سے بچنے کی تلقین کی گئی تھی، جس کو ''موت کے وقت کی بدعت'' کے نام سے مولانا عبداللہ میمن صاحب مدظلہم نے ''میمن اسلامک پبلشرز'' سے شائع کیا تھا، جو کافی پسند کیا گیا، اب یہ رسالہ مکتبۃ الاسلام کراچی سے شائع کیا جارہا ہے، اوراس میں قبرستان جانے کا طریقہ اورآداب کا اضافہ کیا گیا ہے۔

نیز سیدی حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفیؒ کی معروف

کتاب ''احکامِ میت'' کا بابِ ہشتم جس کا عنوان ہے: ''بدعات اور غلط رسمیں'' بندے کا لکھا ہوا ہے، اس میں بھی موت کی مروّجہ بدعات اور غلط رسموں کا ذکر ہے، خیال آیا کہ وہ بھی اس کے ساتھ شائع کرنا چاہئے، تاکہ مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ ہو، اس لئے اس باب میں کچھ ترمیم کر کے بدعات اور رسومات والا حصہ شائع کیا جارہا ہے، اس طرح اس رسالہ کے دو حصے ہوں گے، ''پہلا حصہ'' اور ''دوسرا حصہ''، دونوں کے نام موت کی بدعات اور رسمیں رکھا گیا ہے۔

دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کو قبول فرمائے، اور مسلمانوں کو بدعات اور رسومات ختم کر کے شریعت وسنّت کا طریقہ اختیار کرنے کی توفیق دے، آمین۔

بندہ عبدالرؤف سکھروی

۱۴۳۳/۶/۵ھ
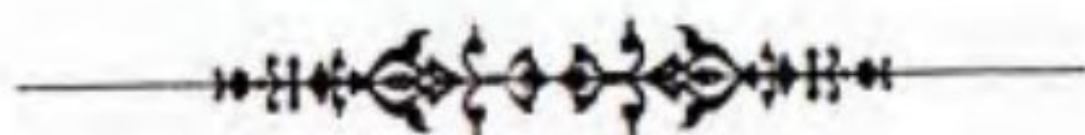
پہلا حصہ
زندگی کے آخری لمحات سے قبرستان تک
راہِ سنت، اور مروجہ بدعات کی نشاندہی

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

''ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے'' (آل عمران:۱۸۵)
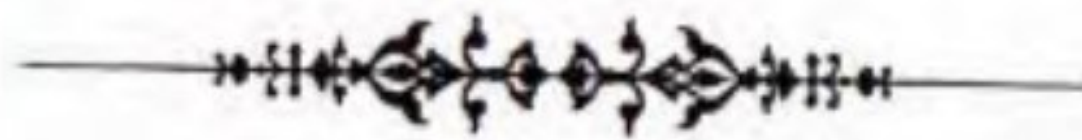
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ بَارَكَ وَ سَلَّمَ تَسْلِيْمًا كثيراً كثيراً.

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا،

(الحشر:۷)

میرے قابلِ احترام بزرگو!

قرآنِ کریم اور احادیثِ طیبہ اس تاکید سے بھری ہوئی ہیں

کہ مسلمان پر رحمتِ کائنات جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری اور فرمانبرداری واجب ہے، اور اسی میں مسلمانوں کی کامیابی ہے، لہٰذا خوشی کا موقع ہو، یا غمی کا، ہر حالت میں مسلمان مرد و عورت اس بات کے پابند ہیں کہ وہ یہ علم حاصل کریں کہ اس موقع پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تعلیم اور کیا ہدایت ہے؟، پھر جس کام کو کرنے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہو، اس کو بجالائے، اور جس کام سے روکا ہو، اس سے رک جائے۔

اس اصولی ہدایت کی روشنی میں یہ عرض ہے کہ جب ہمارے یہاں کسی شخص کا انتقال ہوجاتا ہے، تو اس موقع پر ہم بہت سے کام ایسے کرجاتے ہیں، جو شریعت اور سنّت سے ثابت نہیں ہیں، لہٰذا ایسے کاموں سے بچنا ضروری ہے، اور جو امور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، ان کو بجالانا ضروری ہے، ہمارے ایمان کا اور ہمارے دین و شریعت کا ہم سے یہی مطالبہ ہے۔

موت کے وقت ''کلمۂ شہادت'' کی تلقین

جب کسی شخص کے انتقال کا وقت قریب ہوجائے، اور آثار سے یہ اندازہ ہو کہ اب اس کا آخری وقت ہے، تو اس وقت اس کے

پاس بیٹھنے والے کلمۂ شہادت پڑھیں، یا خالی کلمۂ طیبہ
پڑھیں، اور درمیانی آواز سے اس طرح پڑھیں کہ وہ شخص سنتا رہے،
لیکن کوئی شخص اس سے یہ نہ کہے کہ آپ کا آخری وقت ہے، آپ کلمہ
پڑھ لیں، یہ طریقہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ تکلیف کی وجہ سے
کلمہ پڑھنے سے انکار کردے کہ میں نہیں پڑھتا، اس طرح ظاہری
صورت بری معلوم ہوگی، اس لئے اس سے کلمہ پڑھنے کو ہرگز نہ کہیں،
بلکہ تلقین کریں، تلقین کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے پاس درمیانی آواز سے
کلمۂ طیبہ یا کلمۂ شہادت پڑھتے رہیں، جب وہ ایک مرتبہ کلمہ پڑھ لے،
تو بس! اب خاموش ہوجائیں، تلقین ہوگئی، اور اب اس سے کوئی دنیا کی
بات نہ کریں، اور یہ دعا کریں کہ یا اللہ! جب اس نے کلمہ پڑھ لیا،
تو اب یہی اس کا آخری کلمہ ہوجائے، تاکہ وہ اس حدیث کا مصداق
ہوجائے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کا آخری
کلمہ "لا الہ الا اللّٰہ" ہوگا، وہ جنت میں جائے گا، اللہ تعالی ہم سب
کو موت کے وقت کلمۂ طیبہ نصیب فرمائیں، آمین۔

ہاں! اگر وہ پھر دنیا کی کوئی بات کرے، تو پھر دوبارہ اس کو
تلقین کریں، اور اس کے سامنے کلمۂ شہادت پڑھیں، جب وہ کلمہ پڑھ

لے، تو پھر خاموش ہو جائیں۔

انتقال کے بعد فوری کرنے کا کام

جب اس کی روح نکل جائے، تو روح نکلتے ہی فوراً اس کی آنکھیں بند کردیں، اور اس کا منہ بند کردیں، اور کپڑے کی ایک پٹی اس کے جبڑوں کے نیچے سے لے کر سر تک باندھ دیں، تا کہ اس کا منہ کھلا نہ رہ جائے، اور اس کے پیروں کو سیدھا اور قریب قریب کر کے دونوں پیروں کے انگوٹھوں کو ایک پٹی سے باندھ دیں، تا کہ پیر پھیل نہ جائیں، اور اگر آسانی سے ممکن ہو تو میت کو قبلہ رُخ کر دیں۔

تجہیز و تکفین میں تاخیر نہ کریں

اس کے بعد میت کے عزیز و اقارب اور رشتہ داروں کو اور اس کے پڑوسیوں کو اس کے مرنے کی اطلاع کر دیں، اس کے بعد جتنی جلدی ہو سکے، میّت کو غسل دینے کا انتظام کریں، پھر جلدی سے اس کو کفن پہنائیں، اور پھر نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن کر دیں، اگر جمعہ کے دن صبح کسی شخص کا انتقال ہو گیا، اور جمعہ کی نماز سے پہلے اس کو قبرستان میں دفنا کر واپس آسکتے ہیں، تو پھر جمعہ کی نماز تک اس انتظار میں میّت کو دفن کرنے سے روکے رکھنا کہ جمعہ کی نماز میں بہت بڑا اجتماع ہوگا، اور

بہت سارے مسلمان اس کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے، جائز نہیں، کیونکہ جمعہ کی نماز کے بڑے اجتماع میں نماز جنازہ پڑھوانا نہ فرض ہے، نہ واجب ہے، یہ تو ہماری اپنی خواہش ہے، ورنہ نمازِ جنازہ صحیح ہونے کے لئے تین آدمی بھی کافی ہیں، اس کے ذریعہ بھی نمازِ جنازہ کا فرض ادا ہوجائے گا، بہرحال! نمازِ جنازہ میں زیادہ افراد کی شمولیت کی خاطر نمازِ جنازہ کو اور میّت کی تدفین کو مؤخر کرنا جائز نہیں۔

کسی کے انتظار میں میّت کو روکنا

اب ہمارے معاشرے میں عموماً یہ رواج ہو رہا ہے کہ جب کسی کا انتقال ہوتا ہے، تو اس کے رشتہ دار جو دوسرے شہروں یا ملکوں میں ہوتے ہیں، پہلے ان کو اطلاع دی جاتی ہے، مثلاً کوئی رشتہ دار لاہور میں ہے، کوئی کوئٹہ میں ہے، کوئی ملتان میں ہے، کوئی اسلام آباد میں ہے، کوئی حیدرآباد میں ہے، کوئی سعودی عرب میں ہے، کوئی امریکہ میں ہے، تو انتقال کے فوراً بعد فون کے ذریعہ ان کو اطلاع تو کردی جاتی ہے کہ فلاں کا انتقال ہوگیا، لیکن اب اطلاع کے بعد ان رشتہ داروں کے آنے کے انتظار میں میّت کو دفن کرنے سے روک لیا جاتا ہے کہ فلاں جگہ سے بیٹا آجائے، اور وہ باپ کی شکل ایک بار دیکھ لے، پھر

دفن کریں گے، کہیں میّت کی ماں کا انتظار ہو رہا ہے، کہیں باپ کا انتظار ہو رہا ہے، کبھی بھائی کا انتظار ہو رہا ہے، کبھی بیوی کا انتظار ہو رہا ہے، کبھی شوہر کا انتظار ہو رہا ہے، تاکہ یہ رشتہ دار آکر آخری مرتبہ شکل دیکھ لیں، چنانچہ شکل دکھانے کے لئے کبھی چھ گھنٹے کا انتظار، کبھی دس گھنٹے، کبھی پندرہ گھنٹے انتظار ہوتا ہے، اور اس دوران میّت کو برف کی سلوں میں یا برف خانہ میں رکھا جاتا ہے، تاکہ اس کا جسم پھولنے اور پھٹنے سے محفوظ رہے، اور سارے عزیز واقارب اسی انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں، اور پریشان ہوتے ہیں کہ وہ کب پہنچیں، تو میّت کو دفنا کر فارغ ہوں، یاد رکھیں! اس طرح میّت کو انتظار میں رکھنا بڑا گناہ ہے، جس سے بچنا ضروری ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم

بہر حال! میّت کو بلا عذر تاخیر کر کے دفنانے کا گناہ اتنا عام ہے کہ شاید ہی کوئی گھر اس سے خالی ہو، حالانکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ میت کو جتنا جلدی ہو سکے، اس کو اس کی جگہ پر پہنچائیں، کیونکہ اگر یہ میّت نیک ہے، تو پھر اس کو اس کے اصلی گھر جانے سے کیوں روک رہے ہیں؟، جلدی سے اس کو اس

کے اصلی گھر میں پہنچائیں، تاکہ یہ آرام وراحت اور چین وسکون حاصل کرے، اور اگر یہ بد ہے، تو پھر اس بد کو جلدی سے اپنے کندھے سے اتاریں، اور اس سے چھٹکارا حاصل کریں، کب تک اس کو اپنے گھر میں لٹائے رکھو گے!۔

لہٰذا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تاکید فرمارہے ہیں کہ میّت کے کفن ودفن اور جنازہ میں جلدی کریں، لیکن ہم عزیز و اقارب کے آنے کے انتظار میں بلاوجہ تاخیر کررہے ہیں، یہ بہت بڑا گناہ ہے، اس کو یاد رکھیں، اور اس سے بچنے کی کوشش کریں، اور میت کو جلد از جلد کفن دے کر نمازِ جنازہ پڑھ کر دفنانے کی فکر کریں۔

کھانے کا انتظام

آج کل ایک طریقہ یہ چل گیا ہے کہ جب کسی کے گھر میں کسی شخص کا انتقال ہوتا ہے، تو خود میّت کے گھر والے اور میّت کے پسماندگان تجہیز وتکفین اور تدفین میں شرکت کے لئے آنے والوں کے لئے کھانے کی دعوت کا انتظام کرتے ہیں، یاد رکھیں! یہ دعوت گناہ ہے، اور یہ ایسا گناہ ہے، جس میں بہت سے گناہ شامل ہیں، لہٰذا اس کھانے کی دعوت کے گناہ کو چھوڑنا واجب ہے، اور آئندہ کے لئے اس

گناہ سے بچنا واجب ہے، اور اس گناہ سے بچنا ہر مسلمان کے اختیار میں ہے۔

وہ اختیار اس طرح ہے کہ میّت والے آنے والوں کے لئے کھانے کا بالکل انتظام نہ کریں، اور میّت کے گھر والے اس بات کا بالکل خیال نہ کریں کہ قبرستان سے جب لوگ میّت کو دفنا کر واپس آئیں گے، تو یہ کہاں سے کھائیں گے؟، اور کیا کھائیں گے؟، اور نہ کھلانے کے نتیجے میں وہ لوگ چاہیں دس باتیں سنا کر جائیں، یا دس طعنے دے کر جائیں، لیکن پھر بھی یہ نہ سوچیں کہ جو لوگ ملنے کے لئے اور تعزیت اور تسلّی دینے کے لئے آئیں گے، وہ کہاں سے کھائیں گے، اور کیسے کھائیں گے؟، آپ ان کی باتوں اور طعنوں کی بالکل پروانہ کریں، اس طرح جب مرنے والے کے پسماندگان اپنا دل مضبوط کر کے اور ہمّت کر کے یہ کام کرلیں گے، تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ دعوت کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔

میت کے گھر والوں کے لئے کھانا

بلکہ میّت کے پسماندگان کی اس ہمت کے نتیجے میں ہوسکتا ہے

کہ اللہ تعالیٰ صحیح طریقہ جاری فرمادیں، اور تعزیت کے لئے آنے والوں کے دل میں یہ خیال آجائے کہ جب انہوں نے کچھ کھانا وغیرہ نہیں پکایا، تو چلو! ہم ہی ان کے لئے پکا کرلے چلیں، اور ان کو کھانا کھلائیں، چنانچہ متعدد جگہ ایسا ہوتا بھی ہے، اور صحیح طریقہ بھی یہی ہے، لہٰذا جو لوگ تعزیت کرنے والے ہیں، وہ اپنی ذمہ داری کو پورا کریں، اور کھانا پکا کر میت کے گھر پہنچائیں، اور پھر اس ذمہ داری کو دو یا تین افراد مل کر پورا کرلیں، تو زیادہ اچھا ہے، تاکہ ایک ہی قسم کا کھانا میّت کے گھر پہنچ جائے، اور یہ سوچ کر کھانا تیار کروائیں کہ یہ کھانا ہم اپنے لئے نہیں پکوا رہے ہیں، بلکہ میّت کے پسماندگان کے لئے پکوا رہے ہیں، اور یہ کھانا پر تکلف اور قسم قسم کے کھانوں پر مشتمل نہیں ہونا چاہئے، بلکہ وہ کھانا سادہ اور اتنا ہونا چاہئے، جو میّت کے پسماندگان اور ان کے یہاں آئے ہوئے مہمانوں کے لئے کافی ہوجائے، اور یہ کھانا صرف پہلے دن کے لئے پکا کر بھیجا جائے، دوسرے دن اور تیسرے دن پکا کر بھیجنے کی ضرورت نہیں، لہٰذا پہلے دن کھانا کھلا دیں، بس! اب آپ کی ذمہ داری ختم ہوگئی، اس کے بعد ان کو کھلانے کی ذمہ داری آپ پر

نہیں، اب دوسرے دن وہ خود پکا کر کھائیں۔

دعوت ناجائز ہونے کی وجوہات

میّت کے پسماندگان کی طرف سے آنے والوں کی دعوت
کے ناجائز ہونے کی کئی وجوہات ہیں:

(۱)..... پہلی وجہ یہ ہے کہ حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم نے یہ حکم دیا کہ جس کے گھر میں میّت ہوئی ہے، اس کے پڑوسی
کھانا پکا کر میّت کے گھر پہنچائیں، شریعت میں اصل حکم یہ ہے، لیکن اس
دعوت کے اپنانے میں شریعت کے اس حکم کی بالکل خلاف ورزی ہو رہی
ہے کہ مرنے والے کے پسماندگان ہی کھانے کا انتظام کر رہے ہیں
اور اہلِ محلّہ کو اور رشتہ داروں کو کھلا رہے ہیں، جس سے شریعت کے حکم
کی صریح مخالفت ہو رہی ہے، جو جائز نہیں۔

(۲).....دوسری وجہ یہ ہے کہ شریعت میں دعوت خوشی کے
موقع پر جائز ہے، غمی کے موقع پر جائز نہیں، اور یہ غم کا موقع ہے، خوشی
موقع نہیں ہے، اس لئے یہ دعوت جائز نہیں ہے۔

(۳).....تیسری وجہ یہ ہے کہ اس موقع پر دعوت کرنا ہندوا
طریقہ ہے، مسلمانوں کا طریقہ نہیں ہے، اور غیر مسلموں کا طر

مسلمانوں کو اختیار کرنا جائز نہیں، جیسے کہ کرسمس منانا، اور سالگرہ کرنا انگریزوں کا طریقہ ہے، مسلمانوں کو یہ منانا اور اختیار کرنا جائز نہیں، اسی طرح یہ میّت والوں کی طرف سے دعوت ہندوؤں کی تہذیب کا ایک حصہ ہے، لہٰذا جس طرح کرسمس اور برسی منانا جائز نہیں، اسی طرح یہ دعوت کرنا بھی جائز نہیں۔

(۴)..... چوتھی وجہ یہ ہے کہ میّت کے پسماندگان میں بعض مرتبہ یتیم بچے بھی ہوتے ہیں، عورتیں بھی ہوتی ہیں، یا کچھ بالغ مرد ایسے ہوتے ہیں، جو اس وقت وہاں موجود نہیں ہوتے، مثلاً دوسرے ملک سفر پر ہوتے ہیں، اور ان کی اجازت کا علم نہیں ہوتا، اور نابالغ اور یتیم بچے کی اجازت کا کوئی اعتبار نہیں، اور عورتوں سے اس بارے میں کوئی پوچھتا ہی نہیں ہے، حالانکہ وہ بھی میراث کے اندر حصہ دار ہیں، لیکن ان کو حقدار سمجھتے ہی نہیں ہیں، اور آنے والوں کی دعوت کے لئے نابالغ کا مال خرچ کرنا، یا عورتوں کا مال، یا غائب وارثین کا مال ان کی اجازت کے بغیر خرچ کرنا ناجائز اور حرام ہے، قرآن کریم کا صاف صاف ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا

يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَاراً. (النساء:١٠)

ترجمہ

جو لوگ یتیموں کا مال ظلماً کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹوں میں انگارے بھرتے ہیں۔

لہٰذا اس طرح سے یتیموں کا مال استعمال کرنا صرف ناجائز ہی نہیں، بلکہ حرام ہے، اس وجہ سے بھی یہ دعوت ناجائز ہے۔

(۵)..... پانچویں وجہ یہ ہے کہ جب آدمی سنت اور شریعت کے صحیح طریقے سے ہٹتا ہے، تو پھر دور ہی ہٹتا چلا جاتا ہے، اور اس کے نتیجے میں اس دعوت کے اندر نام ونمود بھی شامل ہوتا ہے، دکھاوا اور نمائش بھی پائی جاتی ہے، چنانچہ آج لوگ اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ ہمارے ابا جان کے انتقال کی دعوت پر فلاں فلاں چیزیں کھلائی گئیں تھیں، اور اب تو خوب عمدہ سے عمدہ کھانے پکائے جاتے ہیں، تاکہ خاندان اور برادری میں نام ہو، کہ فلاں نے تو بڑی شاندار دعوت کی تھی، یہ سب دکھاوا اور نمائش ہے، اور نام ونمود اور دکھاوا سب حرام و ناجائز ہے، اس وجہ سے بھی یہ دعوت ناجائز ہے۔

ان پانچ وجوہات کی بناء پر یہ دعوت ناجائز ہے، بہر حال! یہ

دعوت ہر صورت میں ناجائز ہے، چاہے لوگوں کے قبرستان سے واپس آنے کے وقت ہو، یا میت کے انتقال کے تیسرے دن ہو، یا چالیسویں دن ہو، لہٰذا چالیس دن گزرنے کے بعد میت کے گھر والے جس دعوت کا اہتمام کرتے ہیں، وہ بھی ان مذکورہ بالا وجوہات کی بناء پر ناجائز ہے، اور ناجائز ہونے میں یہ سب دعوتیں برابر ہیں، اس لئے آئندہ اس قسم کی دعوتوں سے بچنے کا پورا پورا اہتمام کرنا چاہئے۔

کتنے روز تک سوگ منایا جائے

یہ بات جو مشہور ہے کہ میت والے تین روز تک ضرور سوگ منائیں، اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، یعنی میت کے گھر والوں نے اپنے ذمہ تین دن تک غم منانے اور سوگ منانے کو جو ضروری قرار دے رکھا ہے، یہ بالکل بے اصل ہے، بلکہ جو لوگ میت کے جنازے میں شریک نہیں ہو سکے، اور ان کو مرنے کی اطلاح تاخیر سے ملی، تو وہ تین دن کے اندر اندر ان کے ہاں جا کر تعزیت کر سکتے ہیں۔

لہٰذا تین دن کی تحدید تعزیت کرنے والوں کے لئے ہے، گھر والے اور پسماندگان کے لئے نہیں ہے کہ وہ تین دن تک ضرور غم منائیں، اور سارے کام چھوڑ کر تین دن تک گھر بیٹھنے کی پابندی کریں،

بلکہ ان کو چاہئے کہ اس پابندی کو ختم کریں، اگر پہلے دن غم کی وجہ سے دوکان پر نہ جا سکیں، تو کچھ حرج نہیں، لیکن دوسرے دن دوکاندار اپنی دوکان پر جا کر بیٹھیں، کارخانے دار اپنے کارخانے جائے، زمیندار اپنی زمین کو جا کر دیکھے، ملازم پیشہ اپنی ملازمت پر جائے۔

زیادہ دیر بیٹھنا

آج کل بعض تعزیت کرنے والوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہوا ہے کہ جب کسی مرنے والے کے گھر میں تعزیت کے لئے جاتے ہیں، تو وہاں گھنٹوں بیٹھتے ہیں، اور ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہتے ہیں، جس کی وجہ سے میت والے تنگ ہوتے ہیں، یہ طریقہ بھی غلط ہے، بلکہ جس طرح عیادت کے لئے بیمار کے پاس مختصر بیٹھنے کا حکم ہے، اسی طرح تعزیت کے لئے میت کے گھر میں مختصر بیٹھنا چاہئے، اس لئے کہ تعزیت کا اصل مقصد ان کو تسلی دینا ہے، اخلاص کے ساتھ دو چار جملے آپ ان کے لئے تسلی کے کہہ دیں، یہ جملے ان کے دل کو بڑھا دیں گے، اور ان کے غم کو ہلکا کر دیں گے، وہاں جا کر دیر تک بیٹھنا کوئی ضروری نہیں ہے، اس سے جانے والے کا بھی حرج ہوتا ہے، اور جس کے پاس گئے ہیں، اس کا بھی حرج ہوتا ہے، یہ گھنٹوں بیٹھنے کی رسم نے تین دن تک

آنے والوں سے میت والوں کے گھر کو بھر دیا ہے، جس کی وجہ سے وہ پریشان ہوتے ہیں، چنانچہ اس رسم نے میت کے پسماندگان کو تین دن تک دوکان اور دیگر مصروفیات میں مشغول ہونے سے روک رکھا ہے، لہٰذا زیادہ دیر بیٹھنے سے پرہیز کریں۔

تعزیت کے وقت ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

ایک اور بدعت تعزیت کے وقت اختیار کی جاتی ہے، وہ یہ کہ جو شخص بھی تعزیت کے لئے میت کے گھر آتا ہے، وہ آکر بیٹھتے ہی لفظ ''فاتحہ'' کہہ کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیتا ہے، اور پھر طوطے کی طرح چند کلمات پڑھتا ہے، اور ہاتھ منہ پر پھیر لیتا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ میت کے پسماندگان بیچارے صبح سے شام تک ہر آنے والے کے ساتھ سینکڑوں مرتبہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں، اور گراتے ہیں، اور ان کے ہاتھ بار بار اٹھانے سے تھک جاتے ہیں، لیکن عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ یہی تعزیت کا طریقہ ہے، اور تین دن تک یہی طریقہ جاری رہتا ہے، یاد رکھیں! اس کا شرعی تعزیت سے کوئی تعلق نہیں، یہ خالص بدعت ہے، جو آج ہمارے معاشرے کے اندر اختیار کر لی گئی ہے، جس سے بچنا ضروری ہے۔

یہ بدعت سرحد کے بعض علاقوں سے شروع ہوئی ہے، وہیں سے ہمارے یہاں آئی ہے، چونکہ ہمارا وہاں جانا رہتا ہے، اور وہ لوگ ہمارے یہاں آتے رہتے ہیں، ان کے ساتھ کاروباری تعلقات ہیں، ان کے دیکھا دیکھی ہمارے یہاں بھی یہ رسم آگئی ہے، بہر حال! اس کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں، لہٰذا اس طرح لازماً ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ناجائز ہے، اور اس کا ترک کرنا واجب ہے۔

تعزیت کا صحیح طریقہ

اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ جو شخص تعزیت کے لئے میت کے گھر جائے، وہاں ہاتھ اٹھائے بغیر یہ دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اجرِ عظیم اور صبرِ جمیل عطا فرمائے، اور مرحوم کی مغفرت اور بخشش فرمائے، اور اس کے درجات بلند فرمائے، اور بھائی! صبر کریں، صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے، اور صبر کرنے میں اجر و ثواب ہے، بے صبری سے کچھ حاصل نہیں، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت معاذؓ بن جبل کے بیٹے کا انتقال ہوا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو درج ذیل تعزیتی خط لکھا، جس کے الفاظ یہ تھے:

بسم الله الرحمن الرحيم

من محمد رسول الله الى معاذ بن جبل

سلام عليک.. فانی أحمد اليک الله الذی لا

اله الا هو.. اما بعد!

فأعظم الله لک الأجر، وألهمک الصبر، و رزقنا و اياک الشكر. فان أنفسنا و أموالنا و أهلنا من مواهب الله الهنيئة، و عواريه المستودعة، متعک الله به فی غبطة و سرور، وقبضه منک بأجر كبير، الصلوٰة و الرحمة و الهدىٰ ان احتسبته، فاصبر، و لا يحبط جزعک فتندم، و اعلم أن الجزع لا يرد ميتا و لا يدفع حزنا، و ما هو نازل فكان، و السلام.

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے حضرت معاذ بن جبل

رضی اللہ عنہ کے نام

السلام علیکم...... میں اللہ پاک کی حمد بیان کرتا ہوں جس

کے سوا کوئی معبود نہیں، اما بعد!

اللہ پاک آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائیں، صبرِ جمیل کی توفیق دیں، ہمیں اور آپ کو شکر کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، ہماری جانیں، ہمارے مال ومتاع اور ہمارے اہل وعیال سب اللہ پاک کی عطا فرمودہ مبارک نعمتیں اور امانتیں ہیں، اللہ پاک نے ایک عرصہ تک خوشی خوشی انسے نفع اٹھانے (اور ان کے دیدار) کی توفیق عطا فرمائی، پھر اجرِ عظیم دے کر اپنی امانت ہم سے واپس لے لی، اگر دل میں ثواب کی امید رکھ کر زبان سے اس کا اظہار "انا للہ و انا الیہ راجعون" سے کروگے تو اللہ پاک کی خصوصی اور عمومی رحمتوں کے مستحق بن جاؤ گے، اور توفیقِ ہدایت بھی حاصل ہوگی، لہٰذا صبر سے کام لو، بے صبری میں کہیں آخرت کا اجر ضائع نہ ہو جائے، اس وقت شرمندگی اور ندامت اٹھانی پڑے گی، یہ بات ذہن نشین کرلو کہ بے صبری سے گذرے لوگ واپس آتے ہیں، نہ غم ہلکا ہوتا ہے، جو ہونا ہوتا ہے وہ (بے صبری میں بھی) ہوکر رہتا ہے۔

والسلام

دیکھئے! اس حدیث شریف میں کیا عمدہ تعلیم ہے اور تعزیت، تسلی اور دعا کے کیسے خوبصورت، مختصر مگر جامع جملے ہیں، ایسے ہی آپ بھی مختصراً دو چار تسلی اور دعا کے جملے کہہ دیں، یہ کافی ہیں، اس کے بعد اٹھ کر چلے آئیں، زیادہ دیر بیٹھنے کی ضرورت نہیں، اور جب ایک مرتبہ تعزیت کرلی، تو بار بار تعزیت کے لئے جانے کی ضرورت نہیں، بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ جو قریبی رشتہ دار ہوتا ہے، وہ صبح وشام میت کے گھر کا چکر لگاتا ہے، صبح تسلی دے کر آگئے، شام کو تسلی دینے پہنچ گئے، حالانکہ تعزیت کا حکم صرف ایک مرتبہ ہے، جب پہلے دن تعزیت کرلی، تو بس! تعزیت ہوگئی، بہرحال! تعزیت کے لئے جانے کے بعد وہاں لازماً ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا شریعت اور سنّت سے ثابت نہیں، اس کو ترک کرنا چاہئے۔

نمازِ جنازہ کے بعد دعا کرنا

آج کل بعض لوگ نمازِ جنازہ پڑھنے کے بعد دو کام اور کرتے ہیں، ایک اجتماعی دعا کرتے ہیں، حالانکہ یہ اجتماعی دعا بدعت اور ناجائز ہے، اس لئے کہ نمازِ جنازہ خود میت کے لئے دعا ہے، جب شریعت کے مطابق ایک مرتبہ دعا ہوگئی، تو پھر دوسری مرتبہ آپ نے یہ دعا اپنی

طرف سے کیوں ایجاد کرلی؟، کیونکہ نمازِ جنازہ میں تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعا کی جاتی ہے کہ:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَ مَیِّتِنَا وَ شَاھِدِنَا وَ غَائِبِنَا وَ صَغِیْرِنَا وَ کَبِیْرِنَا وَ ذَکَرِنَا وَ اُنْثَانَا.

اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَ مَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ.

ترجمہ

اے اللہ! ہمارے زندوں کی مغفرت فرما، ہمارے مُردوں کی مغفرت فرما، ہمارے حاضرین کی مغفرت فرما، ہمارے غائبین کی مغفرت فرما، ہمارے چھوٹوں کی مغفرت فرما، ہمارے بڑوں کی مغفرت فرما، ہمارے مَردوں کی مغفرت فرما، اور ہماری عورتوں کی مغفرت فرما۔

اے اللہ! ہم میں سے جس کو آپ زندہ رکھیں، اس کو اسلام پر زندہ رکھیں، اور جب کسی کو وفات دیں، تو اس کو ایمان پر وفات دیں۔

لیکن چونکہ دعا کا ادب یہ ہے کہ دعا کرنے سے پہلے اللہ تعالی کی حمد وثناء کی جائے، اور اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

پر درود بھیجا جائے، اس کے بعد دعا کی جائے، اس لئے نمازِ جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد کی جاتی ہے، اور دوسری تکبیر کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا جاتا ہے، جب اس طرح نمازِ جنازہ میں شریعت کے مطابق دعا ہوگئی، تو اب نمازِ جنازہ کے بعد دوبارہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا طریقہ درست نہیں، اس دعا کے اہتمام کا مطلب یہ ہوا کہ شریعت نے جو دعا کا طریقہ بتلایا تھا، وہ مکمل نہیں، اب ہم نماز کے بعد اس کی تکمیل کر رہے ہیں، (انا للہ و انا الیہ رجعون) ارے! ہم شریعت میں اضافہ کرنے والے کون ہوتے ہیں؟، یہ تو شریعت کے اندر اضافہ ہے، جس کو بدعت کہتے ہیں، لہٰذا اس بدعت کو چھوڑ دینا چاہیے۔

جنازہ لیجاتے وقت ''کلمۂ شہادت'' کا نعرہ

دوسری قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ نمازِ جنازہ کے بعد جب جنازے کو اٹھایا جاتا ہے، تو مسجد سے لیکر قبرستان پہنچنے تک وقفے وقفے سے ایک نعرہ لگایا جاتا ہے، ''کلمۂ شہادت''، یہ نعرہ بھی ہم نے اپنی طرف سے بنایا ہے، شریعت نے اس موقع پر یہ نعرہ ہمیں نہیں بتایا، بلکہ جس طرح سیاسی جماعتیں اپنے اپنے نعرے لگاتی ہیں، اسی طرح ہم

نے یہ مذہبی نعرہ ایجاد کرلیا ہے، حالانکہ ایسا کوئی کلمہ پکارنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے، لہٰذا یہ بدعت ہے، جو ہمارے معاشرے میں رائج ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو اس سے بچنا چاہئے۔

جنازہ کو اٹھانے کا طریقہ

ہمارے معاشرے میں جنازہ اٹھا کر چلنے میں بھی بڑی کوتاہی پائی جاتی ہے، جنازہ اٹھانے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ پہلے جنازہ کا اگلا داہنا پایا اپنے داہنے کاندھے پر رکھ کر دس قدم چلیں، پھر پچھلا داہنا پایا اپنے داہنے کاندھے پر اٹھا کر دس قدم چلیں، پھر جنازہ کا اگلا بایاں پایا اپنے بائیں کاندھے پر اٹھا کر دس قدم چلیں، پھر پچھلا بایاں پایاں اپنے بائیں کاندھے پر اٹھا کر دس قدم چلیں، اس طرح ہر شخص چالیس قدم تک اس کو لے کر چلے، اب ہوتا یہ ہے کہ ابھی ایک شخص اٹھا کر دو قدم ہی چلا تھا کہ دوسرے شخص نے جلدی سے آکر اس سے چھین لیا، حالانکہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ جنازہ کو آرام آرام سے لے کر چلیں، اور دوسرے کو دس قدم تک چلنے کا موقع دیں، جب اس کے دس قدم پورے ہو جائیں، تو پھر دوسرا آدمی آگے بڑھ کر اس سے جنازہ کا یہ حصہ لے لے، اس سے پہلے نہ لے۔

جنازہ لے جاتے وقت متوسّط چال چلیں

نمازِ جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد جب میّت کو قبرستان لے جاتے ہیں، تو اس وقت ایک کوتاہی یہ بھی ہوتی ہے کہ میت کو اتنی تیزی سے لے جاتے ہیں کہ متوسّط درجے کا صحت مند آدمی بھی کاندھا دیتے ہوئے ڈرتا ہے، بڑے بوڑھے اور کمزور آدمی کا کاندھا دینا ناممکن ہوجاتا ہے، اس لئے کہ وہ اس بات سے ڈرتا ہے کہ اس دوڑنے میں کہیں میں خود ہی نہ گر جاؤں، اس طرح جنازہ لے جانے کا یہ طریقہ غلط ہے، اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ نہ تو بہت تیز رفتاری کے ساتھ جنازہ لے جائیں، اور نہ ہی بہت سست رفتاری سے لے جائیں، بلکہ میانہ روی سے درمیانی رفتار سے لے کر چلیں۔

میّت کو قبر میں لٹانے کا طریقہ

ایک اہم بات یہ ہے کہ نوّے فیصد مسلمانوں کو قبر میں میّت کے لٹانے کا طریقہ معلوم نہیں ہے، جس کی وجہ سے غلط طریقے سے میّت کو قبر میں لٹا دیتے ہیں، وہ غلط طریقہ یہ ہے کہ میّت کو قبر میں سیدھا بالکل چت لٹا دیتے ہیں، اور صرف اس کا چہرہ قبلے کی طرف موڑ دیتے ہیں، یہ

سنت کے خلاف ہے، سنّت طریقہ یہ ہے کہ میّت کو پوری طرح دائیں کروٹ پر لٹانا چاہئے، اور اس کے پورے جسم کا رخ قبلے کی طرف کرنا چاہئے، جبکہ عام لوگ صرف چہرہ قبلے کی طرف کر دیتے ہیں، اور سارا جسم آسمان کی طرف رہتا ہے، جیسے انسان زندگی میں سنّت کے مطابق لیٹتا ہے، تو پوری طرح داہنی طرف کروٹ لے کر لیٹتا ہے، اسی طرح میّت کو قبر میں پوری داہنی کروٹ دینی چاہئے، اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ میّت کی پوری کمر مشرقی دیوار سے لگا دیں، اس کے نتیجے میں اس کا چہرہ، پیٹ اس کا سینہ سب قبلے کی طرف ہو جائیں گے، لیکن آج کل ایسا کوئی نہیں کرتا، بلکہ اگر کوئی کرتا بھی ہے، تو دوسرے لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ صاحب! ہم نے تو یہ طریقہ کہیں دیکھا ہی نہیں ہے، ارے بھائی! تمہارا نہ دیکھنا کوئی حجت اور دلیل نہیں ہے، حالانکہ ان کو یہ کہنا چاہئے کہ اب تک ہم نے غلط طریقے سے دفناتے ہوئے لوگوں کو دیکھا ہے، اور آج صحیح طریقے کو دیکھا ہے۔

بہر حال! سنّت طریقہ یہ ہے کہ مرنے والا چاہے بوڑھا ہو، یا بچہ ہو، یا جوان ہو، مرد ہو یا عورت ہو، اس کو قبر میں داہنی کروٹ پر لٹانا چاہئے، صرف منہ کو قبلہ رخ کر دینا کافی نہیں ہے۔

کفن کی پٹیاں کھول دیں

اس کے بعد کفن کو کپڑے کی جن پٹیوں سے باندھا تھا، ان کی گرہیں کھولدیں، اور پٹیوں کو باہر نکالیں، ان کو قبر کے اندر نہ چھوڑیں، کیونکہ وہ پٹیاں کفن کا حصہ نہیں ہیں، بلکہ وہ پٹیاں اس لئے باندھی گئی تھیں کہ کفن درمیان میں نہ کھل جائے، اور اب ان پٹیوں کی ضرورت نہیں رہی، اس لئے وہ تین پٹیاں جو پیر کی طرف اور سر کی طرف اور درمیان میں باندھی تھیں، ان کو نکال لیں۔

قبر کو کوہان نما بنائیں

قبر تیار کرتے وقت جو کام شریعت کے اور سنّت کے خلاف کیے جاتے ہیں، ان میں سے ایک کام یہ ہے کہ قبر پر مٹی بہت زیادہ مقدار میں ڈالی جاتی ہے، جس کے نتیجے میں وہ بہت اونچی ہو جاتی ہے، اور دیکھنے سے چھوٹا سا ٹیلہ معلوم ہوتی ہے، حالانکہ سنّت یہ ہے کہ قبر کو اونٹ کے کوہان کے برابر اونچا بنایا جائے، اور اس کی مقدار علماء کرام نے یہ بتائی ہے کہ قبر زمین سے ایک بالشت یا سوا بالشت اونچی ہونی چاہیئے، اس سے زیادہ اونچی نہیں ہونی چاہیئے، لیکن آج کل بعض

علاقوں میں دو بالشت تین بالشت، چار بالشت اونچی قبریں بنا دیتے ہیں، اور عام قبرستانوں میں قبریں بہت بلند نظر آتی ہیں، جو غلط ہے، جس سے بچنا چاہیے۔

ایک حدیث شریف ہے، جس کا مفہوم یہ ہے:

ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی قبرستان میں میّت کو دفنانے کے لئے تشریف لے گئے، وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ کیا تم میں کوئی شخص ہے، جو مدینہ منوّرہ جا کر تین کام کر آئے:

(۱).....ایک یہ کہ مدینہ منورہ میں جتنے بت ہیں، ان سب کو پاش پاش کردے۔

(۲).....دوسرے یہ کہ مدینہ منورہ میں جتنی قبریں زیادہ اونچی اونچی ہیں، ان کو درست کر کے آئے۔

(۳).....تیسرے یہ کہ مدینہ طیبہ میں جتنی تصویریں ہیں، ان کو مٹا کر آئے، ایک صحابیؓ کھڑے ہوئے، اورانہوں نے عرض کیا کہ میں یہ تینوں کام ابھی کر کے آتا ہوں، ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صحابی حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ تھے، چنانچہ ابھی حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان ہی میں تھے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ یہ تینوں کام کر کے واپس آ گئے، اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں نے مدینہ منوّرہ میں کوئی قبر ایسی نہیں چھوڑی، جس کو درست نہ کر دیا ہو، اور کوئی بُت ایسا نہیں چھوڑا، جسے پاش پاش نہ کر دیا ہو، اور کوئی تصویر ایسی نہیں چھوڑی، جس بگاڑ نہ دیا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اس کام کو انجام دینے سے خوش ہوئے، اور ارشاد فرمایا:

آج کے بعد اگر کسی شخص نے ان تینوں برائیوں میں سے کسی کو کیا، تو سمجھ لو! کہ جو دین میں لے کر آیا ہوں، اس نے اس کا انکار کیا۔

اشارہ اس طرف فرمایا کہ میرے آنے کا مقصد ان تین چیزوں کو مٹانا اور ختم کرنا ہے، لہٰذا ان کاموں کو کرنے والا میرے دین کا انکار کرنے والا ہے۔

قبر کو پختہ بنانا

آج ہمارے قبرستان کی قبروں کا یہ حال ہے کہ اگر قبر کچی ہے، تو وہ بہت اونچی بنی ہوئی ہے، یا پھر وہ سنگِ مرمر کی پختہ قبر بنی ہوئی ہے، آج آپ قبرستان جائیں گے، تو پچانوے فیصد آپ کو پختہ قبریں نظر آئیں گی، حالانکہ اس طرح پختہ قبریں بنانا جناب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی ہدایت اور سنّت کے بالکل خلاف اور ناجائز ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے، لیکن ہم کیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں کہ جس چیز سے منع فرمایا ہے، ہم اس کو اتنا زیادہ کررہے ہیں!، یادرکھیے! سنّت طریقے پر چلنے میں کامیابی اور فلاح ہے، اور خلاف سنّت طریقے پر چلنے کی صورت میں ناکامی اور وبال ہے۔

یہ سنّت مٹ رہی ہے

قبرکوکچی بنانے کی سنّت آج مٹ رہی ہے، اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص ایسی سنّت کو زندہ کرے، جو مٹ چکی ہو، اس کو سو شہیدوں کا اجر وثواب دیا جائے گا، اور ہر شخص کو اپنے مرحوم عزیز و اقارب کی قبروں کو ٹھیک کرنے کا اختیار ہے، لہٰذا ہم اپنے مرحومین کی قبریں جا کر دیکھیں، وہ اگر غلط طریقے پر بنی ہوئی ہیں، تو ہم اب جا کر اس کو صحیح تو کرواسکتے ہیں، لہٰذا آج ہی یہ نیت کرلیں کہ ہم اپنے مرحومین کی قبروں کو سنّت کے مطابق بنوائیں گے۔

اور ہم اپنی اولاد کو یہ وصیت کر جائیں کہ ہمارے مرنے کے بعد ہماری قبروں کو سنّت کے مطابق بنایا جائے، اپنی اولاد کو، اور اپنے

پسماندگان کو صحیح طریقہ بتا کر سمجھادیں، اور ان کے سامنے اپنے مرحومین کی قبروں کو ٹھیک کریں، تاکہ صحیح طریقہ ان کو اچھی طرح معلوم ہوجائے۔

قبر پر پھولوں کی چادر چڑھانا

جب مرنے والے کی قبر تیار ہوجاتی ہے، تو اس کی قبر پر پھولوں کی چادر چڑھائی جاتی ہے، یاد رکھیے! پھولوں کی چادر قبروں پر چڑھانا خلافِ شرع اور ناجائز ہے، اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے خلاف ہے، معلوم نہیں، یہ غلط طریقہ کہاں سے مسلمانوں کے اندر رائج ہوگیا؟، لہٰذا آئندہ جب کسی کا انتقال ہو، تو اس کی قبر پر پھولوں کی چادر ہرگز نہ چڑھائیں، اس میں پیسوں کا ضیاع بھی ہے۔

پھولوں کی یہ چادر جس طرح میّت کے دفنانے کے بعد چڑھائی جاتی ہے، اسی طرح خاص خاص راتوں میں بھی چڑھائی جاتی ہے، مثلاً شب برأت میں لوگ جب مرحومین کی قبر پر جاتے ہیں، تو اس وقت بھی پھولوں کی چادر چڑھادیتے ہیں، یا گھر میں کوئی خوشی کا موقع آیا، تو اس وقت بھی والد صاحب کی قبر پر پھولوں کی چادر چڑھانے کا

خیال آتا ہے، عید و بقر عید کے موقعوں پر بھی پھولوں کی چادر چڑھاتے ہیں، حالانکہ مرنے کے بعد چادر چڑھانا یا کسی خوشی کے موقع پر چادر چڑھانا، دونوں صورتوں میں منع اور ناجائز ہے، اور اس کے اندر اسراف کا گناہ بھی ہے، اس لئے اس عمل سے مکمل طور پر پرہیز کرنا چاہئے۔

قبر پر کپڑے کی چادر چڑھانا

جب پھولوں کی چادر چڑھانا جائز نہیں، تو سادہ کپڑے کی چادر چڑھانا اس سے بھی زیادہ ناجائز ہے، اس لئے کہ حدیث شریف میں اس کی صاف صاف ممانعت موجود ہے، وہ یہ کہ ''قبروں کو کپڑے مت پہناؤ''، یہ چادر چڑھانا اس کو کپڑے پہنانا اور اس کو کپڑے میں چھپانا ہے، لہٰذا چاہے کسی بھی کپڑے کی چادر ہو، یہ سب ناجائز ہے، اس لئے اس سے بچنا چاہئے۔

قبر میں عرقِ گلاب اور عرقِ کیوڑہ چھڑکنا

ایک اور غلط کام قبر پر ہوتا ہے، وہ یہ کہ آپ نے دیکھا ہوگا، جب جنازہ قبرستان کی طرف لے جاتے ہیں، تو عرقِ گلاب اور عرقِ کیوڑہ کی بوتلیں اور اگربتیوں کا پیکٹ بھی اس کے ساتھ لے جاتے

ہیں، بلکہ جب کفن خریدنے جاتے ہیں، تو یہ سامان بھی ساتھ میں لاتے ہیں، اور کفن بیچنے والے بھی یہ سامان اپنی دوکان پر رکھتے ہیں، اور جب کوئی شخص کفن و دفن کا سامان طلب کرتا ہے، تو دوکاندار یہ عرقِ گلاب اور عرقِ کیوڑہ اور اگربتی کا پیکٹ بھی ساتھ دے دیتا ہے، وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ بھی کفن و دفن کا حصہ ہے، حالانکہ قبر پر اگربتی جلانا یا قبر کے اندر اگربتی کی دھونی دینا اور قبر کے اندر عرقِ گلاب اور عرقِ کیوڑہ چھڑکنا یہ سب کام ناجائز اور گناہ ہیں، اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اعمال ثابت نہیں ہیں، بلکہ ان سب کاموں سے ممانعت ثابت ہے، کیونکہ یہ کام بعد کی ایجادات ہیں، لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑ کر دین کا حصہ بنا دیا ہے، شریعت کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

قبر پر اگربتی یا چراغ جلانا

پھر یہ عمل جس طرح دفن کے وقت ناجائز ہے، اسی طرح بعد میں بھی ناجائز ہے، چنانچہ بہت سی قبروں پر آپ کو یہ نظر آئے گا کہ مرنے والے کو تو مرے ہوئے برسوں گزر چکے ہیں، لیکن مرنے والے کی قبر پر ہر جمعرات کو اگربتی جل رہی ہے، اور بعض لوگوں کی قبروں پر چراغ جلتا نظر آئے گا، یا تو مرنے والا ہی وصیت کر جاتا ہے کہ ہر

جمعرات کو میری قبر پر چراغ جلادینا، یا مرنے والے کے پسماندگان اپنی طرف سے یہ عمل کرتے ہیں، اور ہر جمعرات کو ایک آدمی وہاں جاتا ہے، اور چراغ جلا کر آجاتا ہے، اب یہ پتہ نہیں کہ اس روشنی کے ذریعہ کس کو فائدہ پہنچانا مقصود ہے؟، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں نے یہ سن رکھا ہے کہ قبر میں چونکہ اندھیرا ہوتا ہے، اس لئے قبر کے اوپر چراغ جلادو، تاکہ اندر روشنی ہو جائے، ارے بھائی! ذرا یہ تو سوچیں کہ اس چراغ کے ذریعہ روشنی قبر کے اوپر ہو رہی ہے، یا قبر کے اندر ہو رہی ہے؟، جو چراغ قبر کے اوپر جل رہا ہے، اس کی روشنی باہر دور تک نہیں پھیل رہی ہے، تو قبر کے اندر اس کی روشنی کیسے جائے گی؟۔

ناجائز کام پر ثواب نہیں ملتا

اور اگر کسی کے ذہن میں یہ بات ہے کہ قبر پر چراغ جلانے سے ثواب ملے گا، اور ثواب روشنی ہے، اور قبر والے کی قبر میں وہ ثواب پہنچ کر روشنی کا باعث بن جائے گا، تو اس کا جواب یہ ہے، جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ یہ عمل ہی ناجائز ہے، اور ناجائز کام کا ثواب نہیں ملتا، اور نیک کام کا ثواب ملتا ہے، بلکہ ناجائز کام کا تو گناہ ہوتا ہے، اور قبر پر چراغ جلانا ناجائز کام ہے، اور جب ناجائز کام کا ثواب کرنے والے کو

نہیں ملے گا، تو میّت کو وہ ثواب کیسے پہنچے گا؟، بہر حال! قبر پر چراغ جلانا سراسر نا جائز اور خلافِ سنّت ہے اور بے فائدہ عمل ہے، اس کو ترک کرنا چاہئے۔

پہلے زمانے میں قبر پر اصلی گھی کے چراغ جلائے جاتے تھے، مقصد یہ ہوتا تھا کہ چونکہ ہمارے والد صاحب زندگی میں اصلی گھی کا چراغ جلاتے تھے، اس لئے ان کی قبر پر ایسا ہی اصلی گھی کا چراغ جلایا جائے، ارے بھائی! جتنے پیسے اصلی گھی پر یا تیل پر خرچ ہو رہے ہیں، اگر اتنے پیسے خیرات کر دیتے، تو میّت کی قبر میں چراغ جل جاتا، یعنی ثواب پہنچ جاتا، اسی طرح جتنے پیسے پھولوں کی چادر پر، اور اگر بتیوں پر، اور عرقِ گلاب اور عرقِ کیوڑہ پر خرچ ہو رہے ہیں، وہ اللہ کی رضا کے لئے کسی غریب کو دے کر اس کا ثواب مرحوم کو پہنچا دیتے، تو اس کی قبر میں اجر و ثواب کا چراغ جل جاتا، اس لئے کہ ثواب نور اور روشنی ہے، اس کا فائدہ میّت کو پہنچے گا، لیکن اگر آپ نے قبر پر چراغ جلایا، تو اس سے میّت کو کیا فائدہ ہوا؟، وہ تھوڑی دیر جل کر ختم ہو جائے گا۔

قبر پر تلاوت کے لئے تنخواہ دار حافظ کا تقرر

اسی طرح ایک گناہ اور کیا جاتا ہے، وہ یہ کہ بہت سے لوگ

مرحومین کی خیرخواہی کے لئے کسی حافظ صاحب کی خدمات حاصل کرتے ہیں، اور ان کی تنخواہ مقرر کرتے ہیں، پھر وہ حافظ صاحب روزانہ مرحوم کی قبر پر قرآن شریف پڑھ کر ثواب پہنچا کر آجاتے ہیں، ہر قبرستان میں اکّادُکّا حافظ پڑھتا ہوا نظر آئے گا، اور ایسے ہی شخص کی قبر پر نظر آئے گا، جو خود بھی سیٹھ تھا، اور اس کا بیٹا بھی سیٹھ ہے، عام طور پر وہ حافظ جی سورۂ یٰسٓ پڑھ کر ایصالِ ثواب کر کے چلا جاتا ہے، اور مہینہ ختم ہونے پر اس کے گھر جا کر تنخواہ وصول کر لیتا ہے، اب کرنے والا تو خیرخواہی کی بنیاد پر کرتا ہے، لیکن یاد رکھیے! ہر خیرخواہی معتبر نہیں ہے، بلکہ وہ خیرخواہی معتبر ہے، جو شریعت کے مطابق ہو، یاد رکھیے! کسی کو پیسے دے کر قرآن شریف پڑھوا کر اس کا ایصالِ ثواب کرانا جائز نہیں، جس طرح تراویح میں پیسے لے کر قرآن شریف پڑھنا اور پڑھوانا جائز نہیں، اسی طرح پیسے دے کر ایصالِ ثواب کے لئے قرآن شریف پڑھنا اور پڑھوانا جائز نہیں، کیونکہ جو شخص پیسے لئے بغیر خالص اللہ کی رضا کے لئے قرآن شریف پڑھے گا، تو اس کو ثواب ملے گا، اور جب پڑھنے والے کو ثواب ملے گا، تو وہ ثواب آگے پہنچائے گا، اور جس حافظ صاحب نے قرآن شریف پڑھنے کے لئے پیسے لے

لئے، تو وہ دنیا کا کام ہو گیا، آخرت کا کام نہ رہا، تو پھر اس کو ثواب کہاں ملے گا؟، اور جب پڑھنے والے کو ثواب نہیں ملے گا، تو وہ ثواب آگے کیسے پہنچائے گا؟، بہرحال! یہ طریقہ ناجائز ہے۔

قبر پر اذان دینا

بعض علاقوں میں ایک بدعت یہ رائج ہے کہ میّت کو دفنانے کے بعد قبر پر اذان دی جاتی ہے، یہ اذان دینا بھی خلافِ سنّت ہے، اور غلط طریقہ ہے، اذان تو پانچ فرض نمازوں کے لئے مقرر ہے، پانچ نمازوں کے علاوہ بھی بعض مواقع ایسے ہیں، جہاں اذان دینے کی اجازت ہے، لیکن دفنانے کے بعد قبر پر اذان دینا کسی حدیث سے ثابت نہیں، لہٰذا اس سے بچنے اور پرہیز کرنے کی ضرورت ہے۔

قبر پر درخت کی ٹہنی لگانا

بعض لوگ درخت کی تازہ شاخ اور ٹہنی توڑ کر قبر پر لگاتے ہیں، اور اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے

گذرے تو آپ نے ان کو دیکھ کر فرمایا: ''ان دونوں قبروالوں کو عذاب ہو رہا ہے، اور عذاب بھی کسی بڑی چیز سے نہیں کہ جس سے بچنا مشکل ہو، ایک تو پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا، اور دوسرا چغل خور تھا''، پھر آپ ﷺ نے کھجور کی ایک تر شاخ لی، اور درمیان سے اس کے دو ٹکڑے کیے، اور انہیں ایک ایک کر کے دونوں کی قبروں پر گاڑ دیا، صحابہ کرامؓ نے یہ دیکھ کر عرض کیا: ''یا رسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''شاید اس عمل سے ان کے عذاب میں کچھ کمی ہو جائے جب تک کہ یہ شاخیں خشک نہ ہوں'' (بخاری و مسلم)

اس کے بارے میں عرض ہے کہ ایک تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ایک دو مرتبہ یہ عمل کیا، پھر بعض علماء کے نزدیک یہ عمل حضور ﷺ کے ساتھ خاص تھا، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے عذاب کا علم ہو گیا تھا، اور عذاب کا ہلکا ہونا حضور ﷺ کی برکت سے تھا، اس لئے اس کا معمول نہ بنانا چاہیے، ہاں کبھی کبھار کوئی شخص اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے ہری شاخ قبر پر لگا دے تو اس کی

گنجائش ہے، لیکن اس حدیث کی رو سے قبروں پر پھول اور پھولوں کی چادر چڑھانا جائز نہیں، کیونکہ پورے ذخیرۂ حدیث میں اور آثارِ صحابہؓ و تابعینؒ اور تبع تابعینؒ میں سے کسی سے بھی قبر پر پھول یا پھولوں کی چادر چڑھانا ثابت نہیں، یہ خالص بدعت ہے، اور ہندوؤں کی مشابہت کی وجہ سے ناجائز ہے، جس سے بچنا لازم ہے۔

میّت کو دوسرے شہر منتقل کرنا

ایک اور گناہ یہ ہوتا ہے، جس کا بعض علاقوں میں دستور ہے کہ اگر کسی شخص کا اس کے آبائی وطن یا گاؤں سے باہر انتقال ہو گیا، مثلاً کوئی شخص پشاور کا رہنے والا تھا، اس کا کراچی میں انتقال ہو گیا، یا سعودی عرب میں، یا امریکہ میں، یا برطانیہ میں انتقال ہو گیا، تو اب اس کا تابوت وہاں سے اس کے گاؤں لایا جائے گا، اور گاؤں لا کر اس کو دفن کیا جائے گا، چاہے اس پر ان کا ہزاروں، بلکہ لاکھوں روپیہ خرچ ہو جائے، اور چاہے میّت گل سڑ جائے، چاہے وہ کسی حادثے میں زخمی ہو کر مرا ہو، یا جل کر مرا ہو، لیکن ہر حال میں اس کو اپنے گاؤں لا کر ہی دفن کیا جائے گا، اگر غریب ہو گا، تب بھی بھیک مانگ کر، سودی قرض

لے کر کسی نہ کسی طرح میّت کو تابوت میں رکھ کر ہوائی جہاز کے ذریعہ اس کے آبائی گاؤں پہنچانا ضروری ہے، یاد رکھیے! اس طرح کرنا بالکل ناجائز ہے، اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے بالکل خلاف ہے۔

صحابہ کرامؓ کہاں دفن ہوئے؟

دیکھئے! صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعداد تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی، اکثر مدینہ طیبہ اور مکہ مکرّمہ کے رہنے والے تھے، لیکن مدینہ طیبہ کے قبرستان "جنّة البقیع" میں تقریباً دس ہزار صحابہ کرامؓ مدفون ہیں، اور تقریباً چار پانچ ہزار صحابہ کرامؓ مکہ مکرّمہ کے قبرستان "جنّة المعلّی" میں مدفون ہیں، اب سوال یہ ہے کہ باقی ایک لاکھ دس ہزار صحابہ کرامؓ کہاں گئے؟، وہ سب دین کی اشاعت کے لئے دنیا کے دوسرے علاقوں میں تشریف لے گئے، اور وہیں ان کا انتقال ہوگیا، اور وہیں پر ان کو دفن کر دیا گیا، کسی صحابیؓ کا تابوت ان علاقوں سے مدینہ منوّرہ نہیں لایا گیا، اور نہ کسی کا جسم مکہ مکرّمہ لایا گیا۔

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر

خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ محترمہ حضرت

میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال مکہ مکرّمہ کے قریب مسجد عائشہ سے تھوڑے فاصلے پر ہوگیا،... ''مسجد عائشہ'' جہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر آتے ہیں، یہ مسجد آج کل مکہ مکرّمہ کے اندر ہی آگئی ہے... چنانچہ ان کو وہیں پر دفن کر دیا گیا، اور آج بھی لبِ سڑک ان کا مزار موجود ہے، ان کو مکہ مکرّمہ کے قبرستان ''جنّة المعلیٰ'' میں نہیں لایا گیا، حالانکہ اس جگہ سے ''جنّة المعلیٰ'' کا فاصلہ زیادہ نہیں تھا، یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کی تعلیم تھی، لہٰذا آج کل یہ رواج خلافِ سنّت اور قابلِ ترک ہے، اور یہ رواج ناجائز ہے، بہرحال! جس مسلمان کا دنیا کے جس علاقے میں بھی انتقال ہوجائے، اس کو وہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا چاہئے، وہاں سے منتقل کر کے اس کے آبائی گاؤں لیجانا ناجائز ہے، یہ گناہ ہمارے بعض علاقوں مثلاً سرحد کے علاقوں میں بطور رواج کے رائج ہے، جو بالکل ناجائز ہے، اس کو ختم کرنا چاہئے۔

غزوۂ اُحد کے شہداء کی قبریں

دیکھئے! جبل اُحد مدینہ منوّرہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے،

اور اب وہ مدینہ منوّرہ کے ساتھ مل گیا ہے، بلکہ بعض آبادیاں جبلِ اُحد کے ساتھ بنی ہوئی ہیں، غزوۂ اُحد اسی پہاڑ کے دامن میں پیش آیا، غزوۂ اُحد میں جو صحابہ کرامؓ شہید ہوئے، ان کو مدینہ منوّرہ کے قبرستان ''جنۃ البقیع'' میں لاکر دفن نہیں کیا گیا، بلکہ جبل اُحد کے دامن میں ان کو دفن کردیا گیا، اور آج بھی ان کے مزارات وہیں موجود ہیں، حالانکہ ان کو مدینہ طیّبہ لاکر دفن کرنا کچھ مشکل نہیں تھا، کیونکہ مدینہ منوّرہ زیادہ دور نہیں تھا۔

لہذا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت یہی ہے کہ جس کا جہاں انتقال ہو، جس شہر میں انتقال ہو اس کو وہیں دفنایا جائے، دوسری جگہ منتقل کرنا سنّت کے خلاف ہے، یہی مسلمانوں کا اصل طریقہ ہے، جو آج تک چلا آرہا ہے۔

مرنے والوں کی تصاویر گھر میں آویزاں کرنا

ایک اور بہت بڑا گناہ یہ ہوتا ہے کہ مرنے والے کی یاد کو زندہ رکھنے کے لئے اس کی بڑی بڑی تصویریں گھروں میں لگالیتے ہیں، کبھی کئی کئی پشتوں کی تصویریں لگادی جاتی ہیں، یہ پردادا کی تصویر ہے، یہ

داداجان کی تصویر ہے، یہ ابّا جان کی تصویر ہے، سب کی تصویریں دیواروں پر آویزاں ہیں، اور ان کو دیکھ کر ان کی یاد تازہ کرتے رہتے ہیں، یہ عمل بالکل ناجائز اور خلافِ شرع ہے، اصل تو یہ ہے کہ مرنے کے بعد مرنے والے کی یاد کو بھلایا جائے، تاکہ انسان اطمینان سے زندگی کے دوسرے کام انجام دے سکے، اگر مرنے والا بار بار یاد آتا رہے گا، تو پھر انسان زندگی کے دوسرے کام بخوبی انجام نہیں دے سکے گا، اس لئے یہ طریقہ چھوڑنا چاہئے، اور اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

قبرستان جانے کا طریقہ اور آداب

آخر میں قبرستان جانے کا طریقہ اور اس کے آداب بیان کئے جاتے ہیں، تاکہ ان کے مطابق عمل کریں، اور خلافِ شرع طریقوں سے پرہیز کریں۔

جب قبرستان جائیں، تو جہاں سے قبریں شروع ہوں، وہاں اس طرح سلام کریں:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا أَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَ لَکُمْ أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَ نَحْنُ بِالْأَثَرِ.

ترجمہ

اے قبر والو! تم پر سلام ہو، اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے، تم ہم سے آگے جانے والے ہو، اور ہم (تمہارے) پیچھے آرہے ہیں۔ (معارف الحدیث)

جب اس شخص کی قبر کے قریب پہنچے، جس کی قبر پر جانا ہے، جیسے والدین، بیوی، اولاد، بہن بھائی، کوئی دوست، استاد یا شیخ یا کوئی بزرگ وغیرہ، تو اگر ممکن ہو، تو اس کے پیروں کی جانب سے چلتے ہوئے میّت کے منہ کی طرف رُخ کرکے اور قبلے کی طرف پشت کرکے کھڑے ہو جائیں، اور میّت کو سلام کریں، پھر جس قدر ہو سکے، قرآنِ کریم پڑھ کر میّت کو اس کا ثواب پہنچا دیں، مثلاً ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ اور تین مرتبہ سورۂ اخلاص، یا سات یا گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص، یا ایک مرتبہ سورۂ أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ، یا سورۂ یٰسٓ یا سورۂ تبارک الذی، یا یہ سب یا کوئی اور تسبیح پڑھ کر بغیر ہاتھ اٹھائے یوں کہیں:

یا اللہ! اس کا ثواب میّت کو مثلاً میرے والدین کو یا میرے بھائی، یا میرے فلاں دوست، یا میرے فلاں استاذ یا شیخ کو اس کا ثواب پہنچا دے۔

اور میّت کے لئے مغفرت کی دعا بھی کرنی چاہئے، مثلاً بغیر ہاتھ اٹھائے یوں کہیں:

یا اللہ! ان کی مغفرت فرما، ان پر رحم فرما، ان کے درجات بلند فرما، ان کو قبر و آخرت کے عذاب سے نجات عطا فرما، اور آخرت کی نعمتیں عطا فرما۔ وغیرہ

پھر سلام کر کے واپس آجائے، اور اگر یہ دعا کرنے والا قبر کی طرف پشت کر لے، اور قبلے کی طرف رخ کر لے، تو ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا بھی جائز ہے، لیکن قبر کی طرف منہ کر کے ہاتھ اٹھانا موہمِ شرک کی وجہ سے مکروہ اور منع ہے۔

مذکورہ بالا عمل قبر کے قریب بیٹھ کر کرنا بھی جائز ہے، لیکن کھڑے ہو کر کرنا سنّت ہے۔

قبرستان جانے کی صورت میں قبروں پر نہ چلیں، نہ ان پر بیٹھیں، اور قبرستان میں گناہ کی اور دنیا کی باتیں نہ کریں، اپنی موت اور قبر کو سوچیں، اور قبروں سے عبرت لیں، اور واپس آجائیں۔

ہفتہ میں کسی بھی دن ایک مرتبہ قبروں کی زیارت کرنی چاہئے، اور جمعہ کے دن زیارت کرنا افضل ہے۔ (ماٗخذہ ردّ المحتار)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کے تمام احکام پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں، اور بدعات و منکرات سے بچنے کی ہمّت عطا فرمائیں، آمین۔

و آخر دعوانا أن الحمدللہ رب العلمین

دوسرا حصہ
موت کی بدعات
اور رسمیں

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا القرآن الحکیم

"مال اور اولاد دُنیوی زندگی کی زینت ہیں، اور جو نیکیاں پائیدار رہنے والی ہیں، وہ تمہارے ربّ کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں، اور امید وابستہ کرنے کے لئے بھی بہتر" (الکھف: ۴۸)
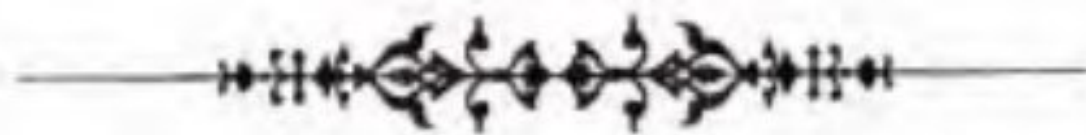
بسم اللہ الرحمن الرحیم

تجہیز و تکفین کے بارے میں پاکیزہ دستور العمل

بدعات اور رسمیں

موت، میّت اور پسماندگان کے متعلق جو فطری دستور العمل اسلام نے دیا ہے، وہ حدیث وفقہ کی مستند و معتبر کتابوں میں درج ہے، یہی وہ معتدل اور متوازن طریق کار ہے، جو قرآن و سنّت اور فقہ میں مسلمانوں کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں آپؐ کے کتنے ہی لختِ جگر اور عزیز و قریب فوت ہوئے، اور کتنے ہی جاں نثار صحابہؓ داغ مفارقت دے گئے، کوئی میدانِ کارزار میں شہید ہوا، کسی نے بسترِ علالت پر جان دی، کوئی لاوارث رُخصت ہوا، کسی نے اہل وعیال اور رشتہ داروں کو غمگین چھوڑا، کسی کا ترکہ تجہیز و تکفین کے لئے بھی کافی نہ ہوا، اور کسی کا مال و دولت اس کے وارثوں میں تقسیم ہوا، ان طرح طرح کے حالات میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہی ان سب کی رہبر و رہنما تھی، جس طرح کا واقعہ پیش آیا اس کے مناسب

شرعی احکام وآداب اسی ذاتِ اقدس نے بتائے اور سکھلائے، زبانی تعلیم بھی دی، اور عملی تربیت بھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو جہاں ایمان اور زُہد وعبادت سے لے کر جہاں بانی تک کے ضابطے اور آئین سکھلا رہے تھے، وہیں شادی اور غمی کے احکام وآداب کی بھی تعلیم وتربیت دے رہے تھے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصدِ بعثت ہی یہ تھا کہ اُمت کے لئے زندگی کا ہر گوشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہدایات سے روشن ہو جائے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی شادی وغمی میں شریک رہے، اُن کی عیادت بھی فرمائی، اور تجہیز وتکفین بھی، نمازِ جنازہ اور دفن کے انتظامات بھی فرمائے، اور تعزیت وایصالِ ثواب بھی، قبروں کی زیارت بھی فرمائی، اور اُن کے ترکہ کی تقسیم، قرضوں کی ادائیگی، وصیتوں پر عمل اور تقسیمِ میراث بھی، پسماندگان کے ساتھ غمگساری، بیواؤں کی خبر گیری اور یتیموں کی سرپرستی، غرض موت، میّت اور پسماندگان سے متعلق ایک مکمل دستور العمل اپنے اقوال وافعال کے ذریعہ اُمت کو دے گئے، کوئی پہلو ایسا نہیں چھوڑا، جو تشنہ رہ گیا ہو، یا جو ہمیں کسی اور قوم سے لینے یا خود ایجاد کرنے کی ضرورت ہو۔

اس پاکیزہ دستور العمل میں انسانی ضرورتوں اور فطری

جذبات کی رعایت قدم قدم پر نمایاں ہے، اس میں غمزدوں کے لئے تسلی وغمگساری کا بھی پورا سامان ہے، اور عدل وانصاف کا بھی نہایت معتدل اور جامع انتظام، میّت کا احترام بھی ہر جگہ ملحوظ ہے، اور اس کا اُخروی راحت وآرام بھی، اور طریقِ کار ایسا رکھا گیا ہے کہ دُنیا کی کوئی تہذیب آج تک اس سے زیادہ آسان، پاکیزہ، باوقار اور سادہ طریقِ کار تجویز نہیں کرسکی۔

اس دستور العمل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرامؓ نے سیکھ کر تا حیات اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں عمل کیا، اور اس کی زبانی و عملی تعلیم اپنی نسلوں کو کر گئے، محدثینِ عظامؒ نے اس کو بعینہ اپنی کتابوں میں محفوظ کیا، ائمہ مجتہدینؒ نے اس کی تشریح وتوضیح فرمائی، اور بعد کے فقہائے کرامؒ نے اپنی کتابوں کے ذریعہ ہم تک اسے مِن وعَن پہنچا دیا، انہی حضرات کی بے مثال کاوشوں کی بدولت آج یہ ہمارے سامنے مکمل ومستند شکل میں موجود ہے۔

پاکیزہ دستور العمل

اور ہماری حالت

لیکن ایک نظر اس دستور العمل پر ڈالنے کے بعد جب دُوسری

نظر اُن بدعتوں اور رُسوم ورواج پر ڈالی جاتی ہے، جو موت، میّت اور پسماندگان کے متعلق ہمارے معاشرے میں آج وباء کی طرح پھیل چکی ہیں، تو حیرت وافسوس کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا، یہ المیہ حیرتناک اور حسرتناک نہیں، تو پھر کیا ہے؟ کہ جس اُمت کے پاس ایسا قیمتی اور بے نظیر دستور العمل موجود ہے، وہ اُسے چھوڑ کر اپنے خودساختہ یا دیگر مذاہب کی تقلید میں بیہودہ رسموں اور بدعتوں کی جکڑ بند، افراط وتفریط اور طرح طرح کی خرافات میں گرفتار ہے۔

ہماری شامتِ اعمال کے نتیجے میں یوں تو ہمارے ہر مذہبی شعبہ میں بدعتوں اور خودساختہ رسموں کا رواج بڑھتا جارہا ہے، لیکن اُن کی جتنی بھرمار موت اور میّت کے معاملے میں ہے، شاید ہی اتنی کسی اور شعبہ میں نہ ہو، جس گھر میں موت ہو جاتی ہے، مہینوں، بلکہ برسوں تک بھی یہ خرافات اُس گھر کا پیچھا نہیں چھوڑتیں، کہیں ہندوؤں کی رسمیں اختیار کر لی گئی ہیں، کہیں پارسیوں کی، کہیں انگریزی رسم ورواج کو شامل کرلیا گیا ہے، کہیں خودساختہ بدعتوں کو، اور ان کی ایسی پابندی کی جاتی ہے، جیسے یہ اُن پر فرض یا واجب کر دی گئی ہوں، ان جاہلانہ رسموں اور بدعتوں میں کتنا وقت، کتنی محنت اور کتنی دولت برباد کی جاتی

ہے، اگر کوئی ان کے اعداد و شمار جمع کرے، تو سر پیٹ کر رہ جائے، بسا اوقات ان رسموں میں اخراجات میّت کے ترکہ سے کئے جاتے ہیں، جو یتیم وارثوں پر کھلا ہوا ظلم ہے، غرض ہم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دستور العمل اور نمونۂ زندگی کو چھوڑ کر دوسری قوموں کی مشرکانہ رسموں میں مبتلا ہیں، کہیں خود ساختہ بدعتوں کی بھول بھلیوں میں، حالانکہ قرآنِ کریم اپنے واشگاف انداز میں اب بھی یہ اعلان کر رہا ہے کہ:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب: ٢١)

ترجمہ

تمہارے لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا عمدہ نمونہ موجود ہے۔

قبل اس کے کہ اُن بدعتوں کی ایک ایک کر کے نشاندہی کی جائے، ضروری معلوم ہوتا ہے کہ رسم و بدعت کی حقیقت کو اُصولی طور پر واضح کر دیا جائے، کیونکہ بہت سی بدعتوں میں لوگ محض اس وجہ سے مبتلا ہیں کہ بظاہر وہ ''نیکی'' معلوم ہوتی ہیں، اور ان کو موجبِ ثواب سمجھ کر کیا جاتا ہے، یہ بات دینِ مبین کی تعلیم سے ناواقفی ہے۔

رسم و بدعت کیا ہے؟

اصل لغت میں ''بدعت'' ہر نئی چیز کو کہتے ہیں، اور اصطلاحِ شرع میں ہر ایسے نو ایجاد طریقۂ عبادت کو بدعت کہتے ہیں، جو ثواب کی نیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ کے بعد اختیار کیا گیا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے عہدِ مبارک میں اس کا داعیہ اور سبب موجود ہونے کے باوجود نہ قولاً ثابت ہو، نہ فعلاً، نہ تقریراً، نہ صراحتہً نہ اشارۃً۔ (سنت و بدعت ص:۱۱)

رسوم، رسم کی جمع ہے، لغت میں رسم علامت اور مٹے ہوئے نشان کو کہتے ہیں، اور اصطلاح شرع میں اس ناجائز طریقہ کو کہتے ہیں جو کسی قوم، معاشرہ یا علاقہ میں غیر معمولی طور پر رواج پاکر اس معاشرہ کا حصہ بن جائے، اور فرض و واجب کی طرح اس کی پابندی کی جائے، جبکہ شریعت کی نظر میں وہ ناجائز اور ممنوع ہو جیسے ڈاڑھی منڈانا، ناچ گانا، شادی بیاہ میں مخلوط اجتماع، یا وہ کام شرعاً غیر مستحسن اور ناپسندیدہ ہو، جیسے مساجد کی غیر معمولی زیب و زینت اور نقش و نگاری وغیرہ، لہٰذا رسم کے وسیع تر مفہوم کی وجہ سے تمام بدعات، رسوم میں داخل ہیں، اس طرح بدعت خاص ہے، جو نو ایجاد طریقہ کو کہتے ہیں جیسا کہ اوپر گذرا،

اور رسم عام ہے خواہ کوئی نو ایجاد طریقہ ہو یا کوئی قدیم نا جائز طریقہ، یا کوئی گناہ ہو یا کوئی ناپسندیدہ طریقہ۔(ماخذہ اصلاح الرسوم للتھانوی)

آلاتِ جدیدہ بدعت نہیں

اس تعریف سے معلوم ہوا کہ دُنیوی ضروریات کے لئے جو نئے نئے آلات اور طریقے روزمرہ ایجاد ہوتے رہتے ہیں، اُن کا شرعی بدعت سے کوئی تعلق نہیں، کیونکہ وہ بطورِ عبادت اور بہ نیتِ ثواب نہیں کئے جاتے، یہ سب جائز اور مباح ہیں، بشرطیکہ وہ کسی شرعی حکم کے مخالف نہ ہوں، نیز یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جو عبادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرامؓ سے قولاً ثابت ہو، یا فعلاً، صراحۃً یا اشارۃً، وہ بھی بدعت نہیں ہوسکتی۔

مدارسِ اسلامیہ اور تعلیمی انجمنیں بدعت نہیں

نیز یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جس کام کی ضرورت عہدِ رسالتؐ میں موجود نہ تھی، جیسے مروّجہ مدارسِ اسلامیہ اور تعلیمی و تبلیغی انجمنیں، اور دینی نشرواشاعت کے ادارے، اور قرآن وحدیث سمجھنے کے لئے صرف ونحو اور ادبِ عربی اور فصاحت وبلاغت کے فنون یا مخالفِ اسلام فرقوں

کارڈ کرنے کے لئے منطق اور فلسفہ کی کتابیں، یا جہاد کے لئے جدید اسلحہ اور جدید طریقِ جنگ کی تعلیم وغیرہ کہ یہ سب چیزیں ایک حیثیت سے عبادت بھی ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے عہد میں موجود بھی نہ تھیں، مگر پھر بھی اُن کو بدعت اس لئے نہیں کہہ سکتے کہ اِن کی ضرورت اس عہدِ مبارک میں موجود نہ تھی، بعد میں جیسی جیسی ضرورت پیدا ہوتی گئی، علمائے اُمت نے اُس کو پورا کرنے کے لئے مناسب تدبیریں اور صورتیں حدود کے اندر اختیار کر لیں۔

اس کو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ سب چیزیں نہ اپنی ذات میں عبادت ہیں، نہ کوئی ان کو اس خیال سے کرتا ہے کہ ان میں زیادہ ثواب ملے گا، بلکہ وہ چیزیں عبادت کا ذریعہ ہونے کی حیثیت سے عبادت کہلاتی ہیں، یعنی کسی منصوص دینی مقصد کو پورا کرنے کے لئے بہ ضرورتِ زمان و مکان کوئی نئی صورت اختیار کر لینا ممنوع نہیں۔

(سنت و بدعت ص:۱۳)

ایصال وثواب کے مروّجہ طریقے اور کھڑے ہو کر درود وسلام پڑھنا بدعت ہے

اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جن کاموں کی ضرورت

عہدِ رسالت میں اور زمانِ مابعد میں یکساں ہے، اُن میں کوئی ایسا طریقہ ایجاد کرنا، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے ثابت نہیں، اُس کو بدعت کہا جائے گا، اور یہ از رُوئے قرآن وحدیث ممنوع وناجائز ہوگا۔

مثلاً دُرود وسلام کے وقت کھڑے ہوکر پڑھنے کی پابندی، فقراء کو کھانا کھلا کر ایصالِ ثواب کرنے کے لئے کھانا سامنے رکھ کر مختلف سورتیں پڑھنے کی پابندی، نماز باجماعت کے بعد پوری جماعت کے ساتھ کئی کئی مرتبہ دُعا مانگنے کی پابندی، ایصالِ ثواب کے لئے تیجہ، چہلم وغیرہ کی پابندی، رجب وشعبان وغیرہ متبرک راتوں میں خود اِیجاد قسم کی نمازیں اور ان کے لئے چراغاں وغیرہ اور پھر ان خود ایجاد چیزوں کو فرض وواجب کی طرح سمجھنا، ان میں شریک نہ ہونے والوں پر ملامت اور لعن طعن کرنا وغیرہ۔

ظاہر ہے کہ دُرود وسلام، صدقہ وخیرات، اموات کو ایصالِ ثواب، متبرک راتوں میں نماز وعبادت، نمازوں کے بعد دُعا، یہ سب چیزیں عبادات ہیں، اِن کی ضرورت جیسے آج ہے، ایسے ہی عہدِ صحابہ میں بھی تھی، اِن کے ذریعے ثوابِ آخرت اور رضائے الٰہی حاصل

طریقے اضافہ کرنے میں کیا فرق ہے؟ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے منقول نہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ عبادات میں اپنی طرف سے قیدوں، شرطوں کا اضافہ شریعت محمدیہ کی ترمیم اور تحریف ہے، اس لئے اس کو شدّت کے ساتھ رَدّ کیا گیا ہے۔

بدعت تحریف دین کا راستہ ہے

بدعت کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ اگر عبادات میں اپنی طرف سے قیدیں، شرطیں اور نئے نئے طریقے ایجاد کرنے کی اجازت دے دی جائے، تو دین کی تحریف ہو جائے گی، کچھ عرصے کے بعد یہ بھی پتہ نہ لگے گا کہ اصل عبادت جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی تھی، کیا اور کیسی تھی؟ پچھلی اُمتوں میں تحریفِ دین کی سب سے بڑی وجہ یہ ہوئی ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب اور اپنے پیغمبر کی بتلائی ہوئی عبادات میں اپنی طرف سے عبادات کے نئے نئے طریقے نکال لئے، اور اُن کی رسم چل پڑی، کچھ عرصے کے بعد اصل دین اور نو ایجاد رسموں میں کوئی امتیاز نہ رہا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ جو چیز اصطلاحِ شرع میں بدعت ہے، وہ مطلقاً ممنوع و ناجائز ہے، البتہ بدعات میں پھر کچھ درجات ہیں، بعض

بدعت کے ناجائز وممنوع ہونے کی وجوہ

غور کرنا چاہئے کہ جب یہ سب کام عہدِ صحابہ کرامؓ میں بھی عبادت کی حیثیت سے جاری تھے، توان کے لئے ایسے طریقے اختیار کرنا جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے اختیار نہیں کئے، آخر اِن کا مقصد کیا ہے؟ کیا یہ مقصد ہے کہ ان عبادات کے یہ نئے طریقے معاذ اللہ! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کو معلوم نہ تھے، آج ان دعویداروں پر انکشاف ہوا ہے، اس لئے یہ کر رہے ہیں؟

بدعت نکالنا رسول اللہ ﷺ پر خیانت کی تہمت ہے

اور اگر کہا جائے کہ اُن کو معلوم تھے، مگر لوگوں کو نہیں بتلایا، تو کیا یہ معاذ اللہ! ان حضرات پر دین میں خیانت اور تبلیغِ رسالت کے فرائض میں کوتاہی کا الزام نہیں ہے؟ اسی لئے حضرت امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ جو شخص کوئی بدعت ایجاد کرتا ہے، وہ گویا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ اللہ! رسالت میں خیانت کی کہ پوری بات نہیں بتلائی۔ (سنت وبدعت ص:۱۵)

بدعت نکالنا یہ دعویٰ کرنا ہے کہ دین عہدِ رسالت میں مکمل نہیں ہوا تھا

ایک طرف تو قرآن کریم کا یہ اعلان ہے کہ:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ

ترجمہ

میں نے آج تم پر اپنا دین مکمل کر دیا

دُوسری طرف عبادات کے نئے نئے طریقے نکال کر عملاً یہ دعویٰ کہ شریعتِ اسلام کی تکمیل آج ہو رہی ہے، کیا کوئی مسلمان جان بوجھ کر اس کو قبول کر سکتا ہے؟

اس لئے یقین کیجئے کہ عبادات کا جو طریقہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے اختیار نہیں کیا، وہ دیکھنے میں کتنا ہی دِلکش اور بہتر نظر آئے، وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اچھا نہیں، اسی کو حضرت امام مالکؒ نے فرمایا کہ جو کام اُس زمانے میں دین نہیں تھا، اُسے آج بھی دین نہیں کہا جا سکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے اِن طریقوں کو معاذ اللہ! نہ تو ناواقفیت کی بناء پر چھوڑا تھا، نہ سستی یا غفلت کی بناء پر،

بلکہ اِن کو غلط اور مضر سمجھ کر چھوڑا تھا۔

بدعت کی واضح مثال

آج اگر کوئی شخص مغرب کی نماز تین کے بجائے چار رکعت اور صبح کی دو کے بجائے تین یا چار پڑھنے لگے، یا روزہ مغرب تک رکھنے کے بجائے عشاء کے بعد تک رکھے، تو ہر سمجھدار مسلمان اس کو بُرا اور غلط اور ناجائز کہے گا، حالانکہ اس غریب نے بظاہر کوئی گناہ کا کام نہیں کیا، کچھ تسبیحات زیادہ پڑھیں، کچھ اللہ کا نام زیادہ لیا، پھر اس کو بالاتفاق بُرا اور ناجائز سمجھنا کیا صرف اسی لئے نہیں کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے اور سکھائے ہوئے طریقۂ عبادت پر زیادتی کر کے عبادت کی صورت بدل ڈالی، اور ایک طرح سے اس کا دعویٰ کیا کہ شریعت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل نہیں کیا تھا، اس نے کیا ہے، یا معاذ اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اداءِ امانت میں کوتاہی اور خیانت برتی ہے کہ عبادت کے یہ نئے اور مفید طریقے لوگوں کو نہیں بتلائے۔

اب غور کیجئے کہ نماز کی رکعات تین کے بجائے چار پڑھنے میں، اور نمازوں، دعاؤں، دُرود وسلام کے ساتھ ایسی شرطیں اور

طریقے اضافہ کرنے میں کیا فرق ہے؟ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے منقول نہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ عبادات میں اپنی طرف سے قیدوں، شرطوں کا اضافہ شریعت محمدیہ کی ترمیم اور تحریف ہے، اس لئے اس کو شدّت کے ساتھ رَدّ کیا گیا ہے۔

بدعت تحریفِ دین کا راستہ ہے

بدعت کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ اگر عبادات میں اپنی طرف سے قیدیں، شرطیں اور نئے نئے طریقے ایجاد کرنے کی اجازت دے دی جائے، تو دین کی تحریف ہو جائے گی، کچھ عرصے کے بعد یہ بھی پتہ نہ لگے گا کہ اصل عبادت جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی تھی، کیا اور کیسی تھی؟ پچھلی اُمتوں میں تحریفِ دین کی سب سے بڑی وجہ یہ ہوئی ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب اور اپنے پیغمبر کی بتلائی ہوئی عبادات میں اپنی طرف سے عبادات کے نئے نئے طریقے نکال لئے، اور اُن کی رسم چل پڑی، کچھ عرصے کے بعد اصل دین اور نو ایجاد رسموں میں کوئی امتیاز نہ رہا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ جو چیز اصطلاحِ شرع میں بدعت ہے، وہ مطلقاً ممنوع و ناجائز ہے، البتہ بدعات میں پھر کچھ درجات ہیں، بعض

سخت حرام قریب شرک کے ہیں، بعض مکروہِ تحریمی، بعض تنزیہی۔

(سنت وبدعت ص:۱۴تا۲۱)

قرآن وحدیث اور آثارِ صحابہؓ وتابعینؒ اور ائمہ دین میں بدعات کی خرابی اور اُن سے اجتناب کی تاکید پر بے شمار آیات و روایات ہیں، ان میں سے بعض اس جگہ نقل کی جاتی ہیں۔

بدعت کی مذمت قرآن وحدیث میں

علامہ شاطبیؒ نے ''کتاب الاعتصام'' میں آیاتِ قرآنیہ کافی تعداد میں اس موضوع پر جمع فرمائی ہیں، ان میں سے دو آیتیں اس جگہ لکھی جاتی ہیں:

(۱)... وَلا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ O مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعاً كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ O (الروم: ۳۱،۳۲)

ترجمہ

مت ہو مشرکین میں سے جنہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کیا اپنے دین کو، اور ہو گئے فرقے اور پارٹیاں، ہر ایک پارٹی اپنے طرز پر خوش ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر میں نقل فرمایا کہ اس سے مراد اہل بدعت کی پارٹیاں ہیں۔ (الاعتصام ج:۱،ص:۶۵)

(۲)....قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالاً O الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعاً O

ترجمہ

آپ فرمایئے کہ کیا میں تمہیں بتلاؤں کہ کون لوگ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ خسارے والے ہیں، وہ لوگ جن کی سعی وعمل دُنیا کی زندگی میں ضائع وبے کار ہوگئی، اور وہ یہی سمجھ رہے ہیں کہ ہم اچھا عمل کرر ہے ہیں۔

حضرت علی کرّم اللہ وجہہ اور سفیان ثوریؒ وغیرہ نے ''الأخسرین اعمالا'' کی تفسیر اہل بدعت سے کی ہے، اور بلا شبہ اس آیت میں اہل بدعت کی حالت کا پورا نقشہ کھینچ دیا گیا ہے کہ وہ اپنے خود تراشیدہ اعمال کو نیکی سمجھ کر خوش ہیں کہ ہم ذخیرۂ آخرت حاصل کرر ہے ہیں، حالانکہ اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اُن کے اعمال کا نہ کوئی وزن ہے، نہ ثواب، بلکہ اُلٹا گناہ ہے۔

(سنت وبدعت ص:۲۲)

روایاتِ حدیث بدعت کی خرابی اور اُس سے روکنے کے بارے میں بے شمار ہیں، ان میں سے بھی چندروایات لکھی جاتی ہیں:

(۱).....حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ"

(مشکوۃ بحوالہ بخاری)

ترجمہ

جوشخص ہمارے دین میں کوئی نئی چیز داخل کرے، جو دین میں داخل نہیں ہے، وہ مردُود ہے۔

(۲).....حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطبے میں فرمایا کرتے تھے:

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ (صلى الله عليه وسلم) و شَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

وفی رواية النسائی: كل محدثة بدعة و كل بدعة فی النار. (اعتصام ج: ۱، ص: ۷۶)

ترجمہ

حمد وصلوۃ کے بعد سمجھو کہ بہترین کلام ،اللہ کی کتاب ہے،اور بہترین طریقہ اور طرزِ عمل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا طرزِ عمل ہے،اور بدترین چیز نئی ایجاد کی جانے والی بدعتیں ہیں،اور ہر بدعت گمراہی ہے،اور نسائی کی روایت میں ہے کہ: ہرنوایجادعبادت بدعت ہے،اور ہر بدعت جہنم میں (لے جانے کا باعث) ہے۔

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یہی خطبہ دیا کرتے تھے،اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ اپنے خطبے میں الفاظِ مذکورہ کے بعد یہ بھی فرماتے تھے:

" أَنَّكُمْ سَتُحْدِثُونَ وَيُحْدَثُ لَكُمْ، فَكُلُّ مُحْدَثَةٍ ضَلَالَةٌ، وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ."

(اعتصام ج:۱،ص:۷۶)

ترجمہ

تم بھی نئے نئے کام نکالو گے اور لوگ تمہارے لئے نئی نئی صورتیں عبادت کی نکالیں گے،خوب سمجھ لو کہ ہر نیا طریقہ عبادت گمراہی ہے،اور ہر گمراہی کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

(۳)..... صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى، كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ، كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا"

ترجمہ

جو شخص لوگوں کو صحیح طریق ہدایت کی طرف بلائے، تو ان تمام لوگوں کے عمل کا ثواب اس کو ملے گا، جو اس کا اتباع کریں، بغیر اس کے کہ اُن کے ثواب میں کچھ کمی کی جائے، اور جو شخص کسی گمراہی کی طرف لوگوں کو دعوت دے، تو اس پر اُن سب لوگوں کا گناہ لکھا جائے گا، جو اس کا اتباع کریں گے، بغیر اس کے کہ اُن کے گناہوں میں کچھ کمی کی جائے۔

بدعات کے نئے نئے طریقے ایجاد کرنے والے اور اُن کی طرف لوگوں کو دعوت دینے والے اس کے انجامِ بد پر غور کریں کہ اس کا وبال تنہاء اپنے عمل ہی کا نہیں، بلکہ جتنے مسلمان اس سے متأثر ہوں گے، اُن سب کا وبال اُن پر ہے۔ (سنت و بدعت)

(۴)..... ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے بہ سند صحیح روایت کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز ہمیں خطبہ دیا، جس میں نہایت مؤثر اور بلیغ وعظ فرمایا، جس سے آنکھیں بہنے لگیں، اور دل ڈر گئے، بعض حاضرین نے عرض کیا: یارسول اللہ! آج کا وعظ تو ایسا ہے، جیسے رُخصتی وصیت ہوتی ہے، تو آپ ہمیں بتلائیں کہ ہم آئندہ کس طرح زندگی بسر کریں؟ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِوُلَاةِ الْأَمْرِ، وَإِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا فَإِنَّهُ مَنْ يَعِيشُ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، تَمَسَّكُوا بِهَا، وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ."

ترجمہ

میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی، اور حکام اسلام کی اطاعت کرنے کی، اگرچہ تمہارا حاکم حبشی غلام ہی

کیوں نہ ہو، کیونکہ تم میں سے جو لوگ میرے بعد زندہ رہیں گے، وہ بڑا اختلاف دیکھیں گے، اس لئے تم میری سنت اور میرے بعد خلفاء راشدین مہدین کی سنت کو اختیار کرو، اور اس کو مضبوط پکڑو، اور دین میں نو ایجاد (نئے ایجاد کئے جانے والے) طریقوں سے بچو، کیونکہ ہر نو ایجاد طرزِ عبادت بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

(۵).....اور حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ:

جو شخص کسی بدعتی کے پاس گیا اور اس کی تعظیم کی، تو گویا اس نے اسلام کو ڈھانے میں اس کی مدد کی۔ (سنت و بدعت ج:۱، ص:۸۴)

(۶).....اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

اگر تم چاہتے ہو کہ پل صراط پر تمہیں دیر نہ لگے، اور سیدھے جنت میں جاؤ، تو اللہ کے دین میں اپنی رائے سے کوئی نیا طریقہ نہ پیدا کرو۔ (اعتصام)

(۷).....حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

مسلمانوں کے لئے جن چیزوں کا مجھے خطرہ ہے، اُن میں سب سے زیادہ خطرناک دو چیزیں ہیں، ایک یہ کہ جو چیز وہ دیکھیں،

اس کو اُس پر ترجیح دینے لگیں، جو اُن کو سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہو، دُوسرے یہ کہ وہ غیر شعوری طور پر گمراہ ہو جائیں۔ (سنت و بدعت ص:۲۶)

(۸).....اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

خدا کی قسم! آئندہ زمانے میں بدعتیں اس طرح پھیل جائیں گی کہ اگر کوئی شخص اس بدعت کو ترک کرے گا، تو لوگ کہیں گے کہ تم نے سنت چھوڑ دی۔ (اعتصام ج:۱،ص:۹۰)

(۹).....حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

اے لوگو! بدعت اختیار نہ کرو، اور عبادت میں مبالغہ اور تعمق نہ کرو، پرانے طریقوں کو لازم پکڑے رہو، اُس چیز کو اختیار کرو، جواز رُوئے سنت تم جانتے ہو، اور جس کو اس طرح نہیں جانتے، اُس کو چھوڑ دو۔

(۱۰).....حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

بدعت والا آدمی جتنا زیادہ روزہ اور نماز میں محنت کرتا جاتا ہے، اتنا ہی اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا جاتا ہے۔

نیز یہ بھی فرمایا کہ:

صاحبِ بدعت کے پاس نہ بیٹھو کہ وہ تمہارے دِل کو بیمار

کردے گا۔ (سنت وبدعت ص: ۲۷)

(۱۱)..... حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

کوئی قول بغیر عمل کے مستقیم نہیں، اور کوئی قول وعمل بغیر نیت کے مستقیم نہیں، اور کوئی قول اور عمل اور نیت اُس وقت تک مستقیم نہیں، جب تک کہ وہ سنت کے مطابق نہ ہو۔ (سنت وبدعت)

(۱۲)..... ابوعمر وشیبانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

صاحبِ بدعت کو توبہ نصیب نہیں ہوتی (کیونکہ وہ تو اپنے گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھتا، توبہ کس چیز سے کرے؟) (سنت وبدعت ص: ۲۷)

بدعات کے متعلق ان اصولی گزارشات کے بعد اب ہم اُن کوتاہیوں، غلط رسموں اور بدعتوں کی نشاندہی کرتے ہیں، جو بیماری، موت، میّت اور پسماندگان کے متعلق آج کل زیادہ رائج ہوگئی ہیں، اور سہولت کے لئے ان کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں:

(۱)..... موت سے پہلے کی رسمیں اور کوتاہیاں۔

(۲)..... عین وقتِ موت کی رسمیں۔

(۳)..... موت کے بعد کی رسمیں۔

اور اُمید کرتے ہیں کہ قارئین خود بھی ان سے اجتناب فرمائیں گے، اور دُوسروں کو بھی حکمت اور نرمی کے ساتھ روکنے کی

کوشش کریں گے۔

موت سے پہلے کی رسمیں اور کوتاہیاں

مرنے سے پہلے جس بیماری میں مرنے والا مبتلا ہوتا ہے، اس میں میّت اور اہل میّت طرح طرح کی کوتاہیاں کرتے ہیں، ملاحظہ ہوں:

نماز کی پابندی نہ کرنا

ایک کوتاہی یہ ہوتی ہے کہ بعض مریض نماز کا اہتمام نہیں کرتے، حالانکہ ممکن ہے کہ یہ زندگی کا آخری مرض ہو، کیونکہ ہر بیماری موت کی یاددہانی کراتی ہے، صحت میں فکر نہ کی، تو اب بھی غافل رہنا اور اہتمام نہ کرنا بڑے ہی اندیشہ اور خطرہ کی بات ہے۔

(اصلاحِ انقلابِ اُمت ص:۲۲۶)

بعض مریض زمانۂ تندرستی میں تو نماز کے پابند ہوتے ہیں، مگر بیماری میں نماز کا خیال نہیں رکھتے، اور خیال نہ رکھنے کی عمومی وجہ یہ ہوتی ہے کہ بیماری یا وسوسہ کی بناء پر کہ کپڑے یا بدن ناپاک اور گندے ہیں، یا وضو اور غسل نہیں کر سکتے، اور تیمّم کو دِل گوارا نہیں کرتا کہ اس سے طبیعت صاف نہیں ہوتی، اس لئے نماز قضاء کر دیتے ہیں، یہ سخت جہالت اور نادانی کی بات ہے، ایسے مواقع پر اہل علم سے مسئلہ پوچھ

کر عمل کرنا چاہیے، اور شریعت کی عطا کردہ سہولتوں پر عمل کرنا چاہیے، ان وجوہات کی بنیاد پر نماز قضاء کرنا جائز نہیں۔

(اصلاحِ انقلابِ اُمت، ج:۱،ص:۲۲۴)

بعض مریض نماز کے پورے پابند ہوتے ہیں، مگر بیماری کے غلبہ سے یا نماز کے وقت نیند کے غلبہ سے یا بہت زیادہ ضعف ونقاہت سے آنکھیں بند ہوکر غفلت سی ہو جاتی ہے، اور نماز کے اوقات وغیرہ کی پوری طرح خبر نہیں ہوتی، یہاں تک کہ نماز قضاء ہو جاتی ہے، حالانکہ اگر انہیں نماز کی اطلاع کی جائے، تو ہرگز کوتاہی نہ کریں، لیکن اُوپر کے لوگ خدمت کرنے والے مریض کی راحت کا خیال کر کے نماز کی اطلاع نہیں کرتے، اور اگر بیمار کو کسی طرح اطلاع بھی ہو جائے، تو اُلٹا منع کر دیتے ہیں، یا اس کی امداد نہیں کرتے، مثلاً وضو، تیمّم، کپڑوں کی تبدیلی، قبلہ رُخ کرنا وغیرہ کچھ نہیں کرتے، جس سے خود بھی گنہگار ہوتے ہیں، ایسا کرنا نہ مریض کے ساتھ خیر خواہی ہے، نہ اپنے ساتھ۔

(اصلاحِ انقلابِ اُمت، ج:۱،ص:۲۲۶)

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب مریض ہوش میں نہیں ہے، تو نماز معاف ہے، یہ بھی دُرست نہیں، کیونکہ ہر بیہوشی میں نماز معاف نہیں ہوتی، جس میں نماز معاف ہوتی ہے، وہ، وہ بیہوشی ہے، جس میں خبردار

کرنے سے بھی آگاہ نہ ہو، اور متصل چھ نمازیں بیہوشی میں گزر جائیں، ایسی شکل میں نماز بالکل معاف ہے، قضاء بھی واجب نہیں، اور اگر اس سے کم بیہوشی ہو، مثلاً چار یا پانچ نمازیں اس حالت میں گزر جائیں، تو اس وقت تو مریض بیہوشی کی بناء پر نمازیں ادا کرنے کا مکلّف نہیں، البتہ ہوش آنے پر اُن کی قضاء واجب ہے، اور اگر قضاء میں سستی کی، تو مرنے سے اُن نمازوں کا فدیہ ادا کرنے کی وصیت کرنا واجب ہے۔

(اصلاح انقلابِ اُمت، ج:۱، ص:۲۲۷)

نماز کے فرائض و واجبات میں کوتاہی کرنا

بعض مریض یہ کوتاہی کرتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ وضو کچھ مضر نہیں، پھر تیمّم کر لیتے ہیں، بعض مرتبہ خدمت گزار یا دُوسرے خیر خواہ وضو سے روکتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ میاں! شرع میں آسانی ہے، تیمّم کر لو، یہ سخت نادانی ہے، جب تک وضو کرنا مضر نہ ہو، تیمّم کرنا جائز نہیں۔

(اصلاح انقلابِ اُمت، ج:۱، ص:۲۲۷)

بعض بیمار کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی قدرت رکھتے ہیں، مگر پھر بھی وہ بیٹھ کر نماز ادا کرتے ہیں، حالانکہ جب تک کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے کی قدرت ہو، بیٹھ کر ادا کرنا جائز نہیں، لہٰذا بڑی احتیاط سے

نماز کو پورا کرنا چاہئے۔ (اصلاحِ انقلابِ اُمت، ج:۱، ص:۲۲۷)

بعض مریض نماز میں باوجود اس کے کہ کراہنے کو ضبط کر سکتے ہیں، لیکن ''آہ، آہ'' خوب صاف لفظوں سے کہتے ہیں، اور اس کی بالکل پروا نہیں کرتے کہ نماز رہے گی، یا جائے گی، یاد رکھنا چاہئے کہ قدرتِ ضبط ہوتے ہوئے نماز میں ''ہائے، ہائے'' یا ''آہ، آہ'' وغیرہ کرنے سے نماز جاتی رہتی ہے، نماز بڑے احتیاط کی چیز ہے، خیال سے ادا کرنی چاہئے۔ (اصلاحِ انقلابِ اُمت، ج:۱، ص:۲۲۷)

عذرِ شرعی کے باوجود تیمّم نہ کرنا

بعض مریض یہ بے احتیاطی کرتے ہیں کہ خواہ اُن پر کیسی ہی مصیبت گزرے، خواہ کیسا ہی مرض بڑھ جائے، جان نکل جائے، مگر تیمّم جانتے ہی نہیں، مر جائیں گے، مگر وضو ہی کریں گے، یہ بھی غلو (انتہاء پسندی) اور در پردہ حق تعالیٰ شانہ کی عطا کردہ سہولت کو قبول نہ کرنا ہے، جو سخت گستاخی اور بے ادبی ہے، جس طرح وضو حق تعالیٰ کا حکم ہے، تیمّم بھی اُنہی کا حکم ہے، بندہ کا کام حکم ماننا ہے، نہ کہ دِل کی چاہت اور صفائی کو دیکھنا، بندگی تو اسی کا نام ہے کہ جس وقت جو حکم ہو، جان و دِل سے اطاعت کرے۔ (حوالۂ بالا)

بلاضرورت مریض کا ستر دیکھنا

ایک کوتاہی عام طور پر یہ ہو رہی ہے کہ بیمار کا ستر (وہ اعضاء جن کو چھپانا شرعاً واجب ہے) چھپانے کا کوئی اہتمام نہیں کیا جاتا، زانو کھل گیا، تو کوئی پروانہیں، ران کھل گئی، تو کچھ خیال نہیں، مریض اگر تکلیف کی شدّت سے اس کا خیال نہ رکھ سکے، تو اُوپر والوں کو اس کا پورا خیال رکھنا لازم ہے، بلاضرورت اس کا ستر دیکھنا جائز نہیں۔

(اصلاحِ انقلابِ اُمت، ج:۱، ص:۲۲۸)

ایک کوتاہی اکثر یہ ہوتی ہے کہ مریض کو مثلاً انجکشن لگوانے یا آپریشن یا مرہم پٹی کروانے یا معالج کو مرض کی جگہ دکھلانے کی ضرورت پیش آئے، تو اس کا خیال نہیں رکھا جاتا کہ جتنا بدن کھولنے کی ضرورت ہے، صرف اتنا ہی کھلے، اور صرف اُن لوگوں کے سامنے کھلے، جن کا تعلق علاج معالجہ سے ہے، بے دھڑک معالج اور غیر معالج سب کے سامنے بدن کھول دیا جاتا ہے، حالانکہ غیر متعلقہ حضرات کو مریض کے ستر کا حصہ دیکھنا جائز نہیں، اس میں بہت ہی زیادہ غفلت ہے، اس کا بہت خیال رکھیں۔ (اصلاحِ انقلابِ اُمت، ج:۱، ص:۲۲۸)

مریض مرد ہو، یا عورت، معالج کو بقدرِ ضرورت اُن کا بدن

دیکھنا جائز ہے، لیکن دُوسرے حاضرین کو ان کے ستر کا حصہ دیکھنا جائز نہیں، وہاں سے ہٹ جانا یا آنکھیں بند کرلینا یا منہ پھیرلینا واجب ہے۔ (حوالۂ بالا)

ناپاک اور حرام دوا استعمال کرنا

ایک کوتاہی یہ عام ہورہی ہے کہ بیمار کے علاج معالجے میں پاک و ناپاک اور حلال و حرام دوا کا کچھ خیال ہی نہیں کیا جاتا، بلا تحقیق اور بلا شدید ضرورت کے حرام و نجس دوائیں پلادی جاتی ہیں جس سے بچنا چاہیے، اگر کوئی مجبوری ہو تو مسئلہ پوچھ کر عمل کرنا چاہیے۔

(مأخذہ بزیادۃ اصلاحِ انقلابِ اُمت، ج:۱،ص:۲۲۹)

دُعا کی طرف توجہ نہ دینا

ایک کوتاہی یہ ہے کہ مریض کی دوادارو، علاج معالجہ اور دیگر تمام تدابیر اختیار کی جاتی ہیں، پیسہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے، لیکن دُعا کا اہتمام نہیں کرتے، بلکہ اس کا خیال ہی نہیں آتا، حالانکہ یہ دُعاءِ منصوص عظیم ترین تدبیر ہے، اور اس کی توفیق نہ ہونا سخت محرومی کی بات ہے، مریض کو اگر ہوسکے، تو خود دُعا کرنی چاہیے، کیونکہ حالتِ مرض میں دُعا قبول ہوتی ہے، (ورنہ اُوپر والوں کو اور اعزہ واقارب

کو) پوری توجہ اور دھیان سے دُعا کا اہتمام کرنا چاہئے، گھر کے ایک فرد کا بیمار ہونا اور تمام اہل خانہ کا پریشان ہونا خود حق تعالیٰ کی طرف توجہ دلا رہا ہے، اور ایمان کا تقاضا بھی یہ ہے کہ اپنے خالق و مالک کی طرف توجہ کی جائے، اور اسی سے مدد مانگی جائے، اور صحت و عافیت کی دُعا کی جائے۔ (اصلاح انقلاب اُمت، ج:۱،ص:۲۳۰)

دُعا کا غلط طریقہ

ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض لوگ دُعا میں شرعی حدود ملحوظ نہیں رکھتے، شکایت کے انداز میں دُعا کرنے لگتے ہیں، مثلاً یوں دُعا کرتے ہیں: ''اے اللہ! کیا ہوگا؟ بس! میں تو بالکل ہی تباہ ہو جاؤں گا، یا تباہ ہو جاؤں گی، یہ بچے کس پر ڈالوں گی؟ میرے بعد اُن کا کون ہوگا؟ خدایا! ایسا نہ کیجیو، بس جی میرا تو کہیں ٹھکانہ ہی نہ رہے گا'' وغیرہ، گویا شکایت الگ کی جاتی ہے اور مشورہ الگ دیا جاتا ہے، استغفر اللہ! کیا حق تعالیٰ کا یہی ادب ہے، اسی کا نام عظمت ہے؟ دُعا ہمیشہ ایک عاجز غلام کی طرح کرنی چاہئے، اس کے بعد خدائے پاک جو فیصلہ فرمائیں، اس پر راضی رہنا واجب ہے۔

(اصلاح انقلاب اُمت، ج:۱،ص:۲۳۱)

صدقہ کے متعلق کوتاہیاں

مریض یا اس کے متعلقین صدقہ کرنے میں ایک غلطی یہ کرتے ہیں کہ کسی بزرگ مرحوم کے نام کا کھانا پکوا کر تقسیم کرتے ہیں، یا کھلاتے ہیں، اور اس میں اُن کا یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ وہ بزرگ خوش ہو کر کچھ سہارا لگا دیں گے، یہ عقیدہ شرک ہے، بعض لوگ بجائے مدد کے اُن کی دُعا کا یقین رکھتے ہیں، اور وہ بھی اس طرح کہ اُن کی دُعا رَد نہیں ہوسکتی، ایسا اعتقاد بھی خلافِ شرع ہے۔

(اصلاح انقلابِ اُمت، ج:۱، ص:۲۳۱)

بکرے کا صدقہ

بعض لوگ صدقہ میں جان کا بدلہ جان ضروری سمجھتے ہیں اور بکرے وغیرہ کو تمام رات مریض کے پاس رکھ کر اور بعض لوگ مریض کا ہاتھ لگوا کر خیرات کرتے ہیں، یا مریض کے پاس بکرے کو ذبح کرتے ہیں، اور اس کے بعد خیرات کرتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ مریض کا بکرے پر ہاتھ لگانے سے تمام بلائیں گویا اس کی طرف منتقل ہوگئیں، پھر خیرات کرنے سے وہ بھی چلی جاتی ہیں، اور جان کے بدلے جان دے دینے سے مریض کی جان بچ جائے گی، یاد رکھئے! ایسا

اعتقاد خلافِ شرع ہے۔ (اصلاح انقلابِ اُمت، ج:۱،ص:۲۳۱)

بعض لوگ کھانا، گندم، آٹا اور روپیہ پیسہ مریض کے پاس رکھ دیتے ہیں، اور مریض کے چاروں طرف تین یا پانچ یا سات مرتبہ گھما کر اور مریض کا ہاتھ لگوا کر خیرات کرتے ہیں، اس میں بھی یہی خیال ہوتا ہے کہ ایسا کرنے سے مریض کی بیماری اور بلائیں اس شے میں منتقل ہو کر خیرات کرنے سے سب چلی جاتی ہیں، یہ اعتقاد بھی خلافِ شرع ہے۔ (اصلاح انقلابِ اُمت، ج:۱،ص:۲۳۱)

بعض لوگوں نے صدقہ کے لئے خاص خاص چیزیں مقرر کر رکھی ہیں، جیسے ماش کی دال، تیل اور پیسے، جن میں اَمرِ مشترک سیاہ رنگ کی چیز معلوم ہوتی ہے، گویا بلا کو کالی سمجھ کر اس کو دُور کرنے کے لئے بھی کالی چیزیں منتخب کی گئی ہیں، یہ سب من گھڑت باتیں ہیں، اور خلافِ شرع ہیں، شرعاً مطلق صدقہ دافعِ بلا ہے، کوئی خاص شے، یا خاص رنگ بالکل طے نہیں ہے۔ (اصلاح انقلابِ اُمت، ج:۱،ص:۲۳۲)

بعض لوگ صدقہ میں گوشت وغیرہ چیلوں کو دینا ضروری خیال کرتے ہیں، یہ بھی غلط ہے، شرع نے صدقہ کا مصرف مقرر کر دیا ہے، چنانچہ مسلمان مسکین اس کا بہترین مصرف ہیں، چیلیں اس کا

مصرف نہیں۔ (اصلاح انقلابِ اُمت، ج:۱،ص:۲۳۲)

وصیت خلافِ شرع کرنا

بعض مرتبہ مریض اپنے بعد کے لئے خلافِ شرع وصیت کرتا ہے، لیکن دُوسرے اس کو بالکل تنبیہ نہیں کرتے، جس سے اس کی اصلاح ہوجائے، اور ناجائز وصیت سے باز رہے، یا پھر جائز وصیت کرے۔ (اصلاح انقلابِ اُمت، ج:۱،ص:۲۳۳)

بعض دفعہ دُوسرے لوگ مریض کو خلافِ شرع وصیتوں کی رائے اور ترغیب دیتے ہیں، مثلاً اپنے تہائی سے زیادہ مال کی وصیت یا کسی وارث کے حق میں وصیت یا کسی جائز وارث کے محروم کرنے کی وصیت یا تیجہ، دسواں، چالیسواں کرنے یا قبر میں عہد نامہ رکھنے کی وصیت وغیرہ، یہ سب شرع کے خلاف ہیں، اُن کی ترغیب دینا بھی جائز نہیں، بلکہ اگر مریض خود ہی اُن کی وصیت کرنے لگے، تو دُوسروں کو اسے منع کردینا چاہئے، اور اس کی اصلاح کردینی چاہئے، بالفرض! مریض ایسی وصیتوں سے باز نہ آئے، تو ایسی خلافِ شرع وصیت لازم نہیں ہوتی، بلکہ بعض پر تو عمل جائز بھی نہیں، تفصیل پچھلے باب میں وصیت کے بیان میں آچکی ہے۔ (اصلاح انقلابِ اُمت، ج:۱،ص:۲۳۳)

(۲)......عینِ وقتِ موت کی رسمیں

روح نکلنے سے پہلے جو حالت انسان پر طاری ہوتی ہے، اس میں انسان کو سخت تکلیف ہوتی ہے، اس حالت کو ''عالمِ نزع'' اور ''جاں کنی کا عالم'' کہتے ہیں، اس حالت کی پہچان یہ ہے کہ سانس اُکھڑ جاتا ہے، اور جلدی جلدی چلنے لگتا ہے، ٹانگیں ڈھیلی پڑ جاتی ہیں، کھڑی نہیں ہوسکتیں، ناک ٹیڑھی ہو جاتی ہے، اور کنپٹیاں بیٹھ جاتی ہیں۔

ٹھیک یہی یا اس سے ملتے جلتے آثار جب دکھلائی دیں، تو سمجھ لیجئے کہ یہ وقت ''نزع'' کا ہے، اللہ پاک سب پر آسان فرمائے، آمین۔

اس وقت بھی طرح طرح کی کوتاہیاں اور غلطیاں کی جاتی ہیں، خاص طور پر عورتیں اُن میں زیادہ مبتلا ہوتی ہیں، اب اُن باتوں کو لکھا جاتا ہے، توجہ سے پڑھیں، اور ان کا ارتکاب نہ ہونے دیں۔

رونا پیٹنا اور گریبان پھاڑنا

عام طور پر ایک کوتاہی یہ ہوتی ہے کہ میّت کی جاں کنی کے وقت بجائے اس کے کہ کلمہ پڑھیں، سورۂ یٰسٓ پڑھیں، میّت کی سہولتِ نزع اور خاتمہ بالخیر کی دُعا کریں، عورتیں رونا پیٹنا پھیلاتی ہیں، مریض

کو اگر کچھ ہوش ہو، تو وہ پریشان ہوتا ہے، جس میں طرح طرح کی خرابیاں ہیں، پھر اس غریب کو نزع کی تکلیف ہی کیا کم ہے، مزید یہ تکلیف دیتی ہیں، یاد رکھیے! بلند آواز سے رونا چلاّنا، ماتم کرنا اور گریبان پھاڑنا سب حرام اور گناہ ہے، البتہ رونا آئے، تو چیخے چلاّئے بغیر صرف آنسوؤں سے رونے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(اصلاح انقلابِ اُمت، ج:۱، ص:۲۳۳)

بیوی بچوں کو سامنے کرنا

ایک نامعقول حرکت یہ کی جاتی ہے کہ بعضی عورتیں مرنے والے کی بیوی کو اس کے سامنے کھڑا کر دیتی ہیں، یا بیوی خود ہی سامنے آجاتی ہے، اور پھر مریض سے پوچھتے ہیں کہ اس کو یا مجھ کو کس پر چھوڑے جاتے ہو؟ اور اس غریب کو جواب دینے پر مجبور کرتی ہیں، بڑے ہی افسوس کی بات ہے، اس کا یہ وقت خالق کی طرف متوجہ ہونے کا ہے، مگر یہ نالائق اس کو اب بھی مخلوق کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں، جو اس غریب پر سراسر زیادتی ہے، ہونا تو یہ چاہئے کہ اگر وہ خود بھی بلاضرورتِ شرعیہ (مثل وصیت وغیرہ) کے اس عالم کی طرف متوجہ ہو، تو اس کی توجہ حق تعالیٰ کی طرف پھیر دی جائے۔

(اصلاح انقلابِ اُمت، ج:۱، ص:۲۳۴)

بعض اوقات مریض کے بچوں کو اس کے سامنے لاتی ہیں، اور پوچھتی ہیں کہ ان کا کون ہوگا؟ انہیں پیار کرلو، ان کے سر پر ہاتھ تو رکھ دو، جس سے وہ غریب اور پریشان ہو جاتا ہے، اور آخری وقت میں مخلوق کی طرف متوجہ ہونے کا نقصان الگ ہوتا ہے، دُوسری طرف بچے کس قدر شکستہ دِل ہوتے اور نااُمید ہوتے ہیں، یہ وقت تو ایسا ہے کہ اگر وہ خود بھی بچوں کو یاد کرتا، تو اس کو حق تعالیٰ کی طرف توجہ رکھنے کی تلقین کی جاتی۔

اور اگر وہ بہت ہی یاد کرے، تو سرسری طور پر سامنے کردیں، تا کہ اس کا دِل اُن میں اٹکا نہ رہے، لیکن اگر وہ خود یاد نہ کرے، تو ہرگز اس کو یاد نہ دلائیں، اسی طرح بعض مرد بھی جو زنانہ مزاج رکھتے ہیں، وہ بھی یہی مذکورہ بالا ناشائستہ حرکات کرتے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ جاں کنی کے وقت میّت کے پاس دیندار اور سمجھدار لوگ ہوں، گھر کی عورتیں اتفاق سے ایسی سمجھدار اور دیندار ہوں، تو اُن کے رہنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں، جو لوگ بھی رہیں، ان تمام اُمور کی احتیاط رکھیں۔ (اصلاحِ انقلابِ اُمت، ج:۱ص:۱۳۴)

بدفالی سے یٰسٓ نہ پڑھنا اور میّت سے دُور رہنا

بعض لوگ یہ کرتے ہیں کہ بدفالی کے خیال سے یا دین کی

عظمت دِل میں نہ ہونے سے نہ اُس وقت سورۂ یٰس پڑھیں، اور نہ اس کا پڑھنا گوارا کریں، اور نہ کلمہ کا اہتمام کریں، نہ میّت کو کلمہ کی طرف متوجہ کریں، جبکہ اس کو ہوش ہو، اور نہ خود ہی اس میں مشغول ہوں، بلکہ فضول باتوں اور اُن کاموں میں لگ جاتے ہیں، جن کی ضرورت بعد میں ہوگی، یہ سب جہالت کی باتیں ہیں، ان سے بچنا لازم ہے۔

(اصلاح انقلاب امت ج:۱، ص:۲۳۵)

بعض جگہ میت کے ورثاء اس کے مال و دولت، روپیہ پیسہ اور دیگر ساز وسامان پر قبضہ کرنے کی فکر میں بھاگتے پھرتے ہیں، مریض کے پاس کوئی نہیں رہتا، اور وہ تنہا ہی ختم ہو جاتا ہے، بڑی ہی نادانی اور ظلم کی بات ہے، اور پھر مرنے والے کے مال پر اس طرح قبضہ کرنا کہ جس کے قبضے میں جو آجائے، وہ اس کا مالک بن بیٹھے، جائز نہیں، مرحوم کے تمام ترکہ کو شرع کے مطابق تقسیم کرنا فرض ہے۔

(اصلاح انقلاب امت ج:۱، ص:۲۳۵)

بعض لوگ مریض کے پاس اس بناء پر نہیں بیٹھتے کہ انہیں بیماری لگ جانے کا خوف رہتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی بیماری کسی کو نہیں لگ سکتی، اگر کہیں لگ گئی ہو، تو وہ بھی خالق کی حکمت

ومشیت سے ہے، بغیر ان کی مشیّت کے کچھ نہیں ہوتا، چنانچہ مشاہدہ ہے کہ اکثر جگہ کچھ بھی نہیں ہوتا، اس لئے ایسا کرنا بڑی سنگدلی کی بات ہے، ہرگز وہم نہ کریں، مریض کو تنہا نہ چھوڑیں، اور اس کی دِل شکنی نہ کریں۔ (اصلاح انقلاب امت ج:۱،ص:۲۳۵)

کلمہ کی تلقین میں حد سے تجاوز کرنا

بعض لوگ مرنے والے کو کلمہ پڑھوانے میں اس قدر سختی کرتے ہیں کہ اس کے پیچھے ہی پڑ جاتے ہیں، وہ ذرا غافل ہوا، خاموش ہوا، فوراً توبہ اِستغفار اور کلمہ کا تقاضا شروع کر دیتے ہیں، اور برابر اس کے سر رہتے ہیں، وہ بیچارہ تنگ آ کر تکلیف جھیل کر کسی طرح پڑھ لے، تو اس پر بھی کفایت نہیں کرتے، یہ چاہتے ہیں کہ برابر پڑھتا ہی رہے، دَم نہ لے، یہ سراسر جہالت کی بات ہے، خدا بچائے۔

(اصلاح انقلابِ امت ج:۱،ص:۲۳۶)

مرنے والے کو کلمہ طیبہ کی تلقین کا طریقہ اسی کتاب کے حصۂ اول میں آچکا ہے، اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

بعض لوگ اس سے بڑھ کر یہ زیادتی کرتے ہیں کہ مرنے والے سے اخیر تک باتیں کرانا چاہتے ہیں، ذرا اسے ہوش آیا، اس

کو پکارتے ہیں: میاں فلانے! ذرا آنکھیں تو کھولو، مجھ کو تو دیکھو، میں کون ہوں؟ تم کیسے ہو؟ کچھ کہو گے؟ کس بات کو دِل چاہتا ہے؟ اس طرح کی خرافات اور لغویات میں اُس کو تنگ کرتے ہیں، جو کسی طرح دُرست نہیں، البتہ شرعاً کسی بات کو دریافت کرنا ضروری ہو، مثلاً کسی کی امانت کو پوچھا جائے کہ تم نے کہاں رکھی ہے؟ قرضدار اور لین و دین کے بارے میں پوچھا جائے کہ جس کا حال کسی اور سے معلوم نہیں ہوسکتا، یا اسی قسم کا کوئی اور حق واجب ہو، تو اسے دریافت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ ضروری ہے، بشرطیکہ مریض کو بتلانے میں ناقابل برداشت تکلیف نہ ہو۔ (اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۱، ص:۲۳۶)

بعض جاہل لوگ اُس بیچارے کو قبلہ رُخ کرنے میں یہ کرتے ہیں کہ اس کا تمام بدن اور منہ پکڑ کر بیٹھ جاتے ہیں، اگر وہ نزع کے عالم میں بدن یا گردن کو حرکت دے، جو غیر اختیاری طور پر ہوتی ہے، پھر مروڑ تروڑ کر رُخ بدل دیتے ہیں، یہ بھی غلط اور جہالت کی بات ہے، یاد رکھو! قبلہ رُخ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب مریض پر شاق نہ ہو، یا جب وہ بالکل بے حس و حرکت ہو جائے، اُس وقت قبلہ رُو کر دیا جائے، نہ یہ کہ زبردستی کر کے اس کو تکلیف پہنچائیں۔

(اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۱، ص:۲۳۷)

نزع میں نامحرم مرد کو دیکھنا

ایک بے احتیاطی یہ ہوتی ہے کہ نزع کی حالت میں نامحرم عورتیں بھی اس کے سامنے آ کھڑی ہوتی ہیں، اور اُس وقت پردہ کو ضروری نہیں سمجھتیں، یہ بڑی جہالت کی بات ہے، کیونکہ اگر اس کو اتنا ہوش ہے کہ وہ دیکھتا ہے اور سمجھتا ہے، تب تو اس کے سامنے آنا اور دیکھنا جائز نہیں، اور اگر اتنا ہوش نہیں ہے، تو بہت سے بہت مریض نے نہ دیکھا، مگر ان عورتوں نے تو بلاضرورت نامحرم کو دیکھا، اور حدیث شریف میں اس کی بھی ممانعت آئی ہے، اس لئے نامحرم عورتیں ہرگز مریض کے سامنے نہ آئیں، اسی طرح بعضے مرد بھی ایسی حالت میں نامحرم عورت کے سامنے چلے جاتے ہیں، اور دیکھنے لگتے ہیں، سو اُن کے لئے بھی ایسا کرنا جائز نہیں۔ (اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۱، ص:۲۳۷)

نزع کی حالت میں عورت کے مہندی لگانا

بعض جگہ یہ قبیح رسم ہوتی ہے کہ جب کسی عورت کے انتقال کا وقت قریب ہوتا ہے، تو دُوسری عورتیں اس کے ہاتھوں پر مہندی لگاتی ہیں، اور اس کو مسنون سمجھتی ہیں، واضح رہے کہ یہ مسنون نہیں، بلکہ ناجائز ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مکمل، مدلل ج:۵ ص:۲۴۵)

موت کے وقت مہر معاف کرانا

ایک کوتاہی جو بہت ہی عام ہے، یہ ہے کہ جب کوئی عورت مرنے لگتی ہے، تو اس سے کہتے ہیں کہ مہر معاف کردے، وہ معاف کردیتی ہے، اور خاوند اس معافی کو کافی سمجھ کر اپنے آپ کو دَینِ مہر سے سبکدوش سمجھتا ہے، اور کوئی وارث مانگے بھی، تو نہیں دیتا، یاد رکھیے! اوّل تو اس وقت اس طرح معاف کرانا بڑی سنگدلی کی بات ہے، دُوسرے اگر وہ پوری طرح ہوش میں ہو، اور خوش دِلی سے معاف بھی کردے، تو بھی مہر معاف نہ ہوگا، کیونکہ پچھلے باب میں مرض الموت کے مسائل سے معلوم ہوچکا ہے کہ مرض الموت میں معافی بحکمِ وصیت ہے، اور وصیت شوہر کے لئے نہیں کی جاسکتی، کیونکہ وارث کے حق میں وصیت باطل ہے، البتہ اگر عورت کے دُوسرے وارث جو عاقل و بالغ ہوں، وہ اپنا اپنا حصۂ میراث اس مہر میں سے بخوشی چھوڑنا چاہیں، تو چھوڑ سکتے ہیں، لیکن جو وارث مجنون یا نابالغ ہو، اس کا حصہ اس کی اجازت سے بھی معاف نہ ہوگا۔ (اصلاحِ انقلابِ اُمت ج:۱،ص:۲۳۸)

ایک کوتاہی بعض لوگوں میں یہ ہوتی ہے کہ جس کا انتقال ہونے لگے، اگر اس نے مہر ادا نہ کیا ہو، تو اس کی بیوی کو مجبور کرتے ہیں

کہ اپنا مہر معاف کر دے، حالانکہ بیوی اس پر بالکل راضی نہیں ہوتی، مگر لوگوں کے اصرار یا رسم سے مجبور ہو کر شرماشرمی میں معاف کر دیتی ہے، یاد رکھئے! اس طرح مہر معاف کرانا جائز نہیں، بڑا ظلم ہے۔

موت کے بعد کی رسمیں

اظہارِ غم میں گناہوں کا ارتکاب

بہت سی جگہ رونے پیٹنے میں عورتیں بے پردہ ہو جاتی ہیں، اور پردہ کا مطلق خیال نہیں رکھتیں۔

بعض جگہ اس سے بڑھ کر یہ غضب ہوتا ہے کہ نوحہ کرنے والوں اور والیوں کی تصویریں کھینچی جاتی ہیں، اور اخبارات میں شائع کی جاتی ہیں، یہ بھی حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔

بعض جگہ عورتیں فرطِ غم سے اپنے نامحرم عزیزوں مثلاً دیور، چچازاد، تایازاد اور خالہ زاد بھائی وغیرہ سے لپٹ لپٹ کر روتی ہیں، یہ بھی حرام ہے، کیونکہ رنج وغم میں شریعت کے اَحکام ختم نہیں ہو جاتے۔

بعض جگہ اُوپر کی عورتیں دیدہ ودانستہ ایسی باتیں کرتی ہیں، جس سے رونا آئے، اور بعض عورتیں بن بن کر بہ تکلف روتی ہیں، یہ سب غلط ہے، اور منع ہے۔ (اصلاح الرسوم)

بعض جگہ گھر کی اور برادری کی عورتیں میّت کے گھر سے نکلتے وقت نوحہ کرتی ہوئی گھر کے باہر تک آجاتی ہیں، اور تمام غیر مردوں کے سامنے بے حجاب ہو جاتی ہیں، یہ سب ناجائز و حرام ہے۔

پوسٹ مارٹم

آج کل حادثات میں ہلاک یا قتل ہونے والوں کا پوسٹ مارٹم کیا جاتا ہے، اور جسم کو چیر پھاڑ کر اندرونی حصے دیکھے جاتے ہیں، ان میں بیشتر صورتیں ایسی ہوتی ہیں، جہاں پوسٹ مارٹم شرعی ضرورت کے بغیر کیا جاتا ہے، جو جائز نہیں، اور اگر کہیں شرعی ضرورت ہو، یعنی کسی دُوسرے زندہ شخص کی جان بچانے یا کسی کا مال ضائع ہونے سے بچانے کے لئے پوسٹ مارٹم ناگزیر ہو، تو اس میں بھی شرعی اَحکام مثلاً ستر اور احترامِ میّت وغیرہ کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، اور فارغ ہونے کے بعد اس کے تمام اعضاء کو دفن کر دینا ضروری ہے۔

(امداد الفتاویٰ ج:۱،ص:۵۰۷، وکفایت المفتی ج:۴،ص:۱۸۸)

تجہیز و تکفین اور تدفین میں تاخیر

بعض جگہ میت کے مال و دولت کی جانچ پڑتال یا تقسیمِ ترکہ کے انتظام و اہتمام یا دوستوں اور رشتہ داروں کے انتظار یا نمازیوں کی

کثرت یا ایسی ہی اور کسی غرض سے میّت کی تدفین میں دیر کرتے ہیں، حتی کہ بعض جگہ کامل دودن تک میّت کو پڑا رکھتے ہیں، یہ سب ناجائز ومنع ہے۔ (دلیل الخیرات)

بعض جگہ یہ رسم ہے کہ میّت کی تجہیز وتکفین سے پہلے گٹھلیوں پر ایک لاکھ مرتبہ کلمۂ طیبہ پڑھوانا ضروری سمجھتے ہیں، اور اس کی تکمیل کے واسطے دُوسروں کو بلاوے دیئے جاتے ہیں، اور انہیں خواہی نخواہی آنا پڑتا ہے، اور جو شخص نہ آئے، یا نہ آسکے، تو وہ تعزیت اور جنازہ میں بھی ندامت کے باعث شرکت نہیں کرتا، اس میں بھی متعدّد خرابیاں ہیں، اور تجہیز وتکفین میں بھی تاخیر ہوتی ہے، اس لئے یہ رسم بھی واجب الترک ہے۔ (امداد الاحکام ج:۱، ص۱۰۳)

میّت کو سلا ہوا پائجامہ اور ٹوپی پہنانا

بعض جگہ میّت کو کفنانے کے وقت مرد ہو یا عورت، پائجامہ اور ٹوپی پہناتے ہیں، یہ ناجائز ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم مکمل ومدلل ج:۵، ص:۲۷۱)

میّت کے کفن سے بچا کر امام کا مصلّٰی بنانا

ایک عام رسم یہ بھی ہے کہ میّت کے کفن سے کوئی گز بھر کپڑا بچا لیتے ہیں، یا زائد خرید لیتے ہیں، جو نمازِ جنازہ کے بعد امام کا حق سمجھا

جاتا ہے، بعض جگہ اُوپر کی چادر بھی امام کو دے دی جاتی ہے، سو یہ مصلیٰ اور چادر بنانا ہی غلط ہے، کفن کے مصارف سے اس کا کچھ تعلق نہیں، امام کا ان میں کوئی حق نہیں، اور مشترکہ ترکہ سے اس کا صدقہ میں دینا بھی جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج:۱،ص:۳۷۹، بزیادۃ)

میّت کے سینہ اور کفن پر کلمہ لکھنا اور شجرہ وعہد نامہ رکھنا

بعض جگہ میّت کے سینہ یا پیشانی یا کفن پر کلمۂ طیبہ، کلمۂ شہادت، آیۃ الکرسی اور دیگر آیات اور دُعائیں روشنائی وغیرہ سے لکھی جاتی ہیں، اس طرح لکھنا جائز نہیں، کیونکہ میّت کے پھٹنے سے بے حرمتی ہوگی، البتہ بغیر روشنائی وغیرہ کے صرف اُنگلی سے کچھ لکھ دیا جائے کہ لکھنے کے نشان ظاہر نہ ہوں، تو یہ جائز ہے، بشرطیکہ اس کو بھی مسنون یا مستحب یا ضروری نہ سمجھیں، ورنہ یہ بھی بدعت اور واجب الترک ہوگا۔

(احسن الفتاویٰ ج:۱،ص:۳۵۱، بایضاح)

بعض لوگ میّت کے سینہ پر عہد نامہ یا شجرہ یا سورۂ یٰسٓ وغیرہ رکھ دیتے ہیں، یا پتھر پر لکھ کر اس کے ساتھ قبر میں رکھ دیتے ہیں، میّت کے گلنے سڑنے سے اس کی بے ادبی ہوتی ہے، لہٰذا اس کو بھی ترک کرنا چاہیئے، البتہ جس چیز کا ادب شریعت میں اس درجہ کا نہیں، اُس

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

کی پُراثر، مفید، معتبر اور مستند کتب جو ہر گھر کے لئے نہایت نافع اور ضروری ہیں۔

عمدہ ٹائٹل، اعلیٰ طباعت و کتابت اور بہترین کاغذ کے ساتھ اب مکتبۃ الاسلام کراچی

سے براہ راست دستیاب ہیں۔

- علیکم بسنتی
- پیاری باتیں
- آخری منزل
- چند نیکیاں اور ایصال ثواب
- عمل مختصر اور ثواب زیادہ
- جمعہ کے معمولات
- آدابِ سفر
- ماہ صفر اور جاہلانہ خیالات
- قربانی کے فضائل و مسائل
- کامل طریقۂ نماز
- نماز فجر اور ہماری کوتاہی
- اصلاحی بیانات ۱۰ جلدوں کا سیٹ
- خواتین کا طریقۂ نماز
- توبہ واستغفار
- مروجہ قرآن خوانی کی شرعی حیثیت
- تقسیم وراثت کی اہمیت
- عید سعید اور ہمارے گناہ
- مسائل غسل
- وضو درست کیجئے
- صدقۂ جاریہ کی فضیلت
- امتِ مسلمہ کے عروج وزوال کا اصل سبب
- دعا کی اہمیت اور اس کے آداب
- اپنی اصلاح کیجئے
- خواتین کا پردہ
- روزانہ کے معمولات
- اسماء اعظم اور اسماء حسنیٰ
- راہ کے آٹھ حقوق
- درود وسلام کے فضائل
- تلاوتِ قرآن کے انعامات
- باطن کے تین گناہ
- مسلمانوں کی مدد کیجئے
- صلوٰۃ التسبیح
- ٹی وی اور عذابِ قبر
- چھ گناہ گار عورتیں
- حلال کی برکت اور حرام کی نحوست
- مسلمانوں کے چار دشمن
- گانا سننا اور سنانا
- والدین کے حقوق اور ان کی اطاعت

مکتبۃ الاسلام کراچی

بزم علماء والأئمة

الحمدللہ

موقع کی مناسبت سے ہر جمعہ بیان کا عنوان ۔ ۔ ۔ اوراس عنوان پہ تیاری کا مواد بصورتِ کتب فراہم کیا جاتا ہے

برائے رابطہ

03345613913

علماء ، طلباء اور خطباء کو اس گروپ میں شامل کروائیں